عنوان	کافرِ عشقم
لکھاری	شفق احمد
پلیٹ فارم	ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل
پبلیشر	ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل
ویب سائیٹ	NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com
واٹس ایپ	+923155734959
جی میل	NovelHiNovel@Gmail.Com OnlineWebChannel @Gmail.Com

انتباہ !

یہ ناول "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل" کی ویب سائٹ نے لکھاری کی فرمائش پر آپ سب کے لیے پیش کیا ہے۔

اس ناول کا سارا کریڈٹ رائٹر کو جاتا ہے۔اس ناول میں غلطیاں بھی ممکن ہیں کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے تو اس ناول کی غلطیوں کی زمہ دار ویب نہیں ہو گی صرف اور صرف رائٹر ہی ہو گا ویب نے صرف اسے بہتر انداز سے سنوار کر آپ سب کے سامنے پیش کیا ہے۔اس ناول کو پڑھیے اور اس پر تبصرہ کر کے رائٹر کی حوصلہ افزائی کیجیے۔

اپنے ناولوں کا پی ڈی ایف بنوانے کے لیے واٹس ایپ پر رابطہ کریں

+923155734959

اس ناول کے تمام رائٹس "ناول ہی ناول"، " آن لائن ویب چینل "اور لکھاری کے پاس محفوظ ہیں۔لکھاری یا ادارے کی اجازت کے بغیر ناول کاپی کرنا یا کسی حصہ کو شائع کرنا قانوناً جُرم ہے،

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959

کافرِ عِشقَم

شفق احمد کے قلم سے

این ایچ این اور او ڈبلیو سی پبلیشرز

اسکے مہندی لگے ہاتھوں میں برف پگھل رہی تھی۔

لاکھ کوشش کے باوجود خود کو اس سردی سے بچا نہیں پا رہی تھی وہ جانتی تھی کہ بہت جلد بیمار پڑ جائے گی یا شاید دم ہی توڑ دے لیکن اس انسان کے سامنے وہ خود کو کمزور نہیں ہونے دے گی، جس نے اسے رسوا کر کے اسکی ذات تک رسائی حاصل کی ہے

برف پر بیٹھے بیٹھے وہ اب ٹھٹھرنے لگی تھی اسے اپنی رگوں میں خون جمتا محسوس ہو رہا تھا، لیکن اَنا اسے گھر کے اندر جانے سے روک رہی تھی، وہ دروازے کے سامنے بیٹھی اب بری طرح کانپ رہی تھی اسی کشمکش میں تھی کہ اندر جائے یا یہیں بیٹھے بیٹھے دم توڑ دے کہ دروازہ کھلا اور وہ باہر آ گیا جسے دیکھ کر ہی اسکی آنکھوں میں نفرت کی لہر دوڑ گئی، ایسے انسان کو اپنے شریکِ حیات کے روپ میں قبول کرنے سے بہتر اسکے نزدیک موت کو گلے لگانا تھا۔ وہ اسکے قریب آیا اور اپنی بھاری جیکٹ اسکے کندھوں پر پھینک دی۔ "میں بس یہی دیکھنے آیا تھا کہ تم زندہ ہو یا اس برف کی وادی میں ڈھیر ہو چکی ہو"۔ اس نے چاروں اطراف پھیلی سفید برف کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ مسلتا اسکے قریب آ بیٹھا۔ ماہا کے تن بدن میں گویا آگ ہی لگ گئی۔ "مم۔۔۔۔ م میں ات۔۔۔ ن۔۔ اتنی۔۔ آ۔۔ سا۔۔ نی سے۔۔ مم۔۔ مرنے۔۔ والی نہیں ہوں " اس نے کانپتے ہوئے لہجے

میں غصے سے کہا"اچھا جی!"؟"رایان نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے اسکی کیفیت سے محظوظ ہوتے ہوئے ہولے سے اسکی برف ہوتی ناک کو چھوا اور اُٹھتے ہوئے بولا"ایسی ضدیں موت کا سبب ہی بنتی ہیں چلو میں تو اندر جا رہا ہوں، ہم یہاں کے باشندے ہیں پھر بھی اس سردی کے آگے غصہ نہیں کر سکتے آپ تو پھر بھی شہر سے آئی ہوئی نازک گڑیا ہیں، وہ توقف لئے ایک بار پھر حکمیہ لہجے میں بولا"دو منٹ میں شرافت سے اندر آ جائیں تو بہتر ہے، اب تم میری زمہ داری ہو چاہے جیسے بھی ہو گئی ہوا تنی آسانی سے مرنے کیسے دوں مائی ڈئیر وائف! کہتا دروازے کی طرف بڑھا، ماہا کو اسکا یہ حق جتلاتا انداز زہر ہی تو لگا تھا لیکن ابھی ایک پل بھی اور رکی تو جان نکل جائے گی، اس نے لمحہ بھر کو سوچا اور اٹھنے لگی، وہ کھڑا ہونا چاہ رہی تھی لیکن ٹانگیں ساتھ دینے سے انکار کر رہی تھیں اٹھتے اٹھتے ہی گر پڑی، رایان نے مڑ کے دیکھا تو اسکی طرف بڑھنے لگا، وہ چلائی خبردار میرے پاس مت آنا میں خود اٹھ سکتی ہوں اور ساتھ ہی پوری قوت سے کھڑے ہونا چاہا اور اس بار کامیاب ہو گئی، قدم اٹھانا اب بھی دشوار تھا لیکن وہ جیسے تیسے خود کو گھسیٹتی دروازے تک آ پہنچی، رایان دروازے میں ہی رک گیا اسے آتا دیکھ کر اندر بڑھ گیا، اور آتش دان میں مزید لکڑیاں ڈالنے لگا۔

وہ اب اندر آچکی تھی، سکون کی ایک گرم لہر جسم سے ٹکرائی تو آتش دان کے قریب ہی فرش پر بیٹھ گئی، اسے اپنے جسم میں جان بحال ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ رایان دروازے کی طرف بڑھا اور بند کرنے لگا "اب سردی کی کوئی لہر اندر نہیں آسکتی" کہتا ایک نظر آگ سینکتی ماہا پہ ڈالتے ہوئے لاونج سے منسلک چھوٹے سے کچن میں آگیا اور کافی بنانے لگا، ماہا اسکی نظروں کے سامنے تھی وہ بلکل خاموش اسے یکسر نظر انداز کئے آگ کے شعلوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کافی کا مگ لئے اسکے پاس آگیا، "عجیب ہی زوجہ پائی ہیں ہم نے کبھی برف سے اس قدر محبت کے آتے ہی وہاں ڈھیر ہو گئیں اور اب آگ سے اتنا لگاو کہ نظر ہٹانا مشکل" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا اور مگ بڑھا دیا۔ ماہا کا دل چاہا یہ مگ اسی پر الٹ دے "کیا کہا تم نے؟ زوجہ؟ مائی فٹ! میں اس نام نہاد ڈھکوسلے کو شادی نہیں مانتی، نفرت ہے مجھے تم سے تمہارے نام سے اور ہر اس چیز سے جسکا تعلق تم سے سنا تم نے؟ ماہا نے اشتعال انگیز لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور ہاں ایک اور بات میں تمہیں آج واضح کر دوں مسٹر رایان ملک! تم کبھی میری زات تک رسائی حاصل نہیں کر سکو گے میں تمہیں نفرت کی مار ماروں گی بمشکل اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتے ہوئے وہ اندر کمرے کیطرف بڑھ گئی اور دروازہ بند کر دیا۔ رایان تاسف سے اسے دیکھتا رہ گیا، کافی کا مگ ٹیبل

پر رکھ کر وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گیا، پاس رکھا ریموٹ اٹھایا اور چینل سرچ کرنے لگا لیکن دماغ کہیں اور ہی تھا

ماہا کمرے میں آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی، رایان کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس نے بے دردی سے گال پہ بہنے والے آنسوؤں کو رگڑا، اب نہیں رونا! جنھعں نے میرا سکون چھین لیا میں بھی انہیں سکون سے نہیں رہنے دونگی اس نے خود سے عہد کیا، ایک بار پھر اسکی نظر اپنے مہندی لگے ہاتھوں پر پڑی، مہندی میں اسکی جان ہوا کرتی تھی اور آج اس مہندی سے اسے نفرت ہو رہی تھی کسی جاہل عورت نے مہندی سے اسکے ہاتھ لیپ دیئے تھے اور ان پہ رایان کا نام لکھ کر جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیا تھا، اور اب زخم بری طرح درد کر رہا تھا یہ سمجھنا مشکل تھا کہ زیادہ تکلیف دہ یہ زخم تھا یا اسکی ہتھیلئوں پر لکھا رایان کا نام۔ بس یہی ایک چیز تھی جو یہ احساس دلا رہی تھی کہ وہ چند گھنٹوں کی دلہن ہے اسکا بس نہیں چل رہا تھا اپنا ہاتھ اتار کر پھینک دے. وہ ان دنوں میں اپنا سب کچھ ہی تو کھو چکی تھی۔ وہ گرنے کے انداز میں صوفے پر ڈھے گئی اور

آنکھیں موند لیں ایک بار پھر سے سب
کچھ اسکی آنکھوں کے آگے گھومنے لگا۔

بھوک کی شدت سے اس نے آنکھیں کھول دیں۔اتنی لمبی مسافت کے بعد اور اتنا کچھ سہنے کے بعد وہ نڈھال ہو رہی۔وہ خاموشی سے اُٹھ کر باہر آئی۔رایان صوفے پر لیٹا ٹی وی دیکھنے میں مشغول تھا،اسے نظرانداز کرتی وہ کچن کیطرف بڑھ گئی،رایان نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی بس ایک نظر ڈال کر دوبارہ ٹی وی کیطرف متوجہ ہو گیا۔کچن بہت سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا،دیکھنے والا یہ نہیں کہ سکتا تھا کہ یہ کسی مرد کا کچن ہے۔اس نے فریج کھولا،دودھ کے آدھے ڈبے کے علاوہ فریج میں کچھ اور نہیں تھا،اس نے یہی غنیمت جانا،دودھ شیلف پر رکھا اور چینی کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگی لیکن کسی بھی کیبنٹ میں چینی تو کیا اس جیسی کوئی دوسری چیز بھی موجود نہیں تھی۔وہ بری طرح چڑ گئی تھی بھوک سے حالت خراب ہو رہی تھی۔"فقیر انسان،فاقہ زدہ،الو کا..ماہا گالیاں بکتی پیچھے مڑی تو رایان سے ٹکرا گئی۔وہ کب سے اسکی چینی کی تلاش سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ماہا نے اسے اچانک اسطرح دیکھا تو بوکھلا گئی پھر فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے بولی"کیا تکلیف ہے" تلملائی۔رایان اسکے قریب آنے لگا تو وہ گھبرا گئی۔وہ اسکے پاس آیا اور اسکا بازو پکڑتا

لاونج میں لے آیا، "یہاں بیٹھو اور یہاں سے ہلنا مت! اسے صوفے پر بٹھاتے تنبیہی انداز میں کہتا وہ کچن میں آگیا۔ ماہا سُن سی وہیں بیٹھی اُسے کام کرتا دیکھتی رہی۔ جب وہ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں ٹرے تھی، جس میں ایک اُبلا انڈہ، دودھ کا گلاس اور بریڈ کے سلائس تھے۔ اس نے ٹرے ماہا کے سامنے میز پر رکھ دی اور دوبارہ کچن کیطرف بڑھا۔ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں ایک زرد سی ٹیوب تھی۔ ماہا ہونّق بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکے قریب آیا اور گھٹنوں کے بل صوفے کے قریب بیٹھ گیا، اسکا انداز یکسر نظر انداز کرنے والا ہی تھا بغیر کچھ بولے ماہا کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ ایکدم چونک گئی ہاتھ چھڑانے ہی والی تھی کہ رایان نے نظر اُٹھا کر جسطرح اسے دیکھا وہ سہم گئی "تمہاری کوئی بات سننے کے موڈ میں ہر گز نہیں ہوں میں اور نہ میں کوئی احسان کر رہا ہوں" رایان نے حق جلاتے انداز میں کہا اور اسکی ہتھیلی پر زرد ٹیوب سے مرہم لگانے لگا، وہ اپنے جلے ہوئے نام پر جو مہندی اور گرم کوئلے سے ماہا کے ہاتھوں پر لکھا گیا تھا انگلی کی مدد سے مرہم لگا رہا تھا، ماہا کے لبوں سے سسکاری نکلی، اب جلن دور ہو رہی تھی۔ اس نے ایک نظر رایان کو دیکھا اور پھر نظر چرالی۔ وہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "فی الحال یہی کچھ ہے کل شہر جاؤں گا تو سامان لے آؤں گا" ماہا ایکدم اُٹھی اور. اسکے مقابل آکر کھڑی ہوگئی "کیا سمجھتے ہو مجھے؟

پاگل ہوں میں ؟؟ تمہاری یہ دکھاوے کی اچھائی دیکھ کر پگھل جاؤں گی؟ لیکن میں کچھ نہیں بھولی مسٹر رایان! نہ کبھی بھولوں گی۔وہ چلاتے ہوئے بولی آنسوایک بار پھر اسکے رخساروں پر بہنے لگے۔ماہا! رایان نے اسے کندھوں سے پکڑااور صوفے پر بٹھاتے ہوئے خود بھی پاس ہی بیٹھ گیا"میری بات سنو ماہا! ماہا نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تو اس نے ہاتھ کے اچارے سے اسے خاموش کرادیا" مجھے بات کرنے دو" بعض اوقات انسان حالات کے سامنے بہت مجبور ہو جاتا ہے، جیسا ہم چاہتے ہیں اور سوچتے ہیں ہمیشہ ویسا نہیں ہوتا اسی کا نام زندگی ہے میں مانتا ہوں جو کچھ..ہاں ہاں جانتی ہوں میں بہت اچھی طرح! تم جیسے لوگ دوسرون کی زندگیاں اجیرن کردیتے ہیں انکے خوابوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر یہ فلسفہ جھاڑنے بیٹھ جاتے،۔ماہا نے اسکی بات کاتتے ہوئے کہا،بے دردی سے گال پہ بہنے والے آنسوؤں کو رگڑااور اُٹھ کر جانے لگی۔ لیکن اگلے ہی لمحے رایان بے اسکا بازو پکڑ کر اپنے قریب کھینچ لیا۔اور تنبیہی انداز میں بولا" تمیز یہاں بیٹھواور میری بات سنو،اور اُٹھنے کی کوشش مت کرنا دیکھو ماہا یہ اصل زندگی ہے کوئی فلم یاڈرامہ نہیں کہ میں یہ امید رکھوں کہ تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی یا تم میری ہو جاؤ گی،اور نہ میں چاہتا ہون کہ تم مجبور ہو کر مجھ سے محبت کرو،ماہا نے کچھ کہنا چاہا تو رایان نے اسے خاموش کرادیا، Let

یہ سب میرے لئے بھی آسان نہیں ہے جو کچھ بھی ہوا وہ حالات me complete کا تقاضہ تھا اگر میں یہ قدم نہ اُٹھاتا تو تم سوچ بھی نہیں سکتیں کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن تم فکر نا کرو میں کوئی حق نہیں جتاؤں گا تم پر۔ میں نہیں چاہتا محبت بھیک مین لی جائے، یاں لیکن میرا نام البتہ تمہیں برداشت کرنا ہو گا۔ بس یہی کہنا تھا۔ ماہا کو اسکی ہر بات زہر لگ رہی تھی اس ہر اسکی کسی بات کا اثر نہیں ہوا وہ بس بھاگ جانا چاہتی تھی اسکے اتنا قریب بیٹھ کر وہ گھبرا رہی تھی۔ اپنی بات مکمل کر کہ وہ اُٹھا اور ایک بار پھر بولا ہمارے غریب خانے میں بس یہ ایک لاونج ہے اور وہ کمرہ، تم کمرے میں میرے ساتھ رہو گی نہیں اور نہ میں اتنا اچھا ہوں کہ تمہارے لئے لاونج میں سو جاؤں کیونکہ مجھے اپنے کمرے کے بغیر نیند نہیں آتی اب دیکھ لو کہ کہاں سونا ہے۔ رایان نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے شانِ بے نیازی سے کہا اور کوئی دھن گنگنا تا کمرے میں چلا گیا۔ ماہا اسکی پشت گھورتی رہ گئی "کیا چیز ہے یہ بندہ؟ پل پل بدلتے رنگ، بھاڑ میں جائے میری بلا سے۔ ماہا نے دودھ کا گلاس اُٹھایا اور ایک سانس میں ختم کر کے ٹرے میں رکھا اور وہیں صوفے پر لیٹ گئی۔ کمرے کا دروازہ کھلا، رایان نے بغیر کچھ بولے اسکی طرف کمبل اُچھالا اور واپس مڑ گیا۔ ماہا نے بھی جلدی سے کمبل اُوڑھ لیا کہ سردی بڑھنے لگی تھی۔ اسے ایکدم احساس ہوا کی رایان کی

جیکٹ اب تک اس نے پہن رکھی ہے، فوراً اتار کر قریب رکھی کرسی پر پھینکی اور کمبل میں منہ گھسالیا

نرم گرم سردی کی وہ آخری دوپہر ڈھل رہی تھی، دوپ دیوار سے لپٹی بوگن ویلیا کی بیل پر پڑتے ہوئے

یہ ظاہر کر رہی تھی کہ ابھی کچھ ہی دیر میں شام کے سائے گہرے ہو جائیں گے اور ہر طرف رات کی تاریکی کا راج ہو گا۔یہی تاریکی ایک نئی سحر کو جنم دے گی۔وہ لان میں بیٹھی مسلسل اپنے ہاتھوں کو مسلتی جاتی، معلوم ہوتا جیسے کوئی سوچ اسے پریشان کر رہی ہو۔وہ بھی اس ڈوبتی شام کا ایک اداس منظر معلوم ہوتی۔ناجانے اسے یہاں بیٹھے بیٹھے کتنا وقت گزر گیا تھا کہ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کسی کی نظروں کی تپش اسکے وجود کا احاطہ کر رہے ہیں۔اس نے چاروں اطراف نظر گھمائی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔تب ہی سامنے والے گھر کے ٹیرس سے کوئی سایہ سالہرایا ادھر بھی آندھیرا تھا تو وہ صحیح سے دیکھ نہ پائی یا شاید یہ اسکا وہم تھا۔وہ سر جھٹکتی اندر آگئی، پورے گھر پر تاریکی چھا رہی تھی،اس نے گھبرا کر تمام بتیاں روشن کر دیں، لیکن آج تو یہ روشنی بھی پہلے جیسی نہیں تھی وہ خود نہیں جانتی

تھی وہ آج اتنی اداس کیوں تھی۔ایک نظر نانو کے کمرے کی طرف دیکھا پھر خیال آتے ہی جھٹک دیا، نہیں وہ مجھے اداس دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی انکے پاس جانے کا ارادہ ترک کرتی وہ سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔کچھ ہی دیر میں وہ جائے نماز پر بیٹھی، اپنی اداسی اللہ جی سے بانٹ رہی

تھی۔

ارے ماہا! کہاں رہ گئی ہو بھئی جلدی کرو نا دیر ہو رہی ہے۔فرح نے تقریباً چلاتے ہوئے ماہا کو پکارا، نانو کچن سے باہر آ گئیں، "کیا ہوا فرح بیٹے؟ ماہا ابھی تک نیچے نہیں آئی؟ نانو نے فکرمندی سے پوچھا۔فرح کو ایکدم اپنی غلطی کا احساس ہوا فوراً دھیمے لہجے میں بولی اور آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا "اسلام علیکم نانو! وہ دراصل آج ہم نے جلدی جانا تھ شاید ماہا بھول گئی ہو گی. نانو اسکی بات سن کر مسکرا دیں۔"تم جاؤ اسے دیکھو میں تم دونوں کے لئے مزیدار سا ناشتہ بناتی ہوں"

نانو پیار سے کہتی کچن کی طرف بڑھ گئیں، فرح نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھائے،

اوپر پہنچتے ہی وہ، نک سک سی تیار ماہا سے ٹکرا گئی. اف او! کیا ہے بھئی دیکھ کر نہیں چل سکتیں؟ آ ہی رہی تھی نا. ماہا نے منہ بناتے ہوئے کہا،

لیکن فرح منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھتی رہی تو ماہا کو بھی ہنسی آگئی "کیا ہوا؟" ماہا نے ہنستے ہوئے پوچھا ماہا یہ تم ہی ہو نا یا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں؟ فرح نے مصنوعی حیرت سے کہا تو ماہا جھینپ گئی "بس بس اب یہ زیادہ ہو رہا ہے فرح" جی جی میں بھی یہی کہنے والی تھی کہ یہ زیادہ ہو رہا ہے "فرح نے شرارت سے اسکی لپسٹک کی طرف اشارہ کیا تو وہ خفت سے لال ہو گئی۔ فرح ہنس پڑی "بی بی اتنا بلش کیوں کر رہی ہو؟ تھوڑی سی لائٹ کر لو لپسٹک باقی تو سب فٹ ہے "فرح نے آنکھ مارتے ہوئے کہا تو ماہا بھی ہنس دی اور ٹشو سے لپسٹک کم کرنے لگی۔" ویسے یہ بتاو

تم اتنا جو مسکرا رہے ہو.. کیا غم ہے جسکو چھپا رہے ہو؟

فرح نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا وہ اسکے بچپن کی دوست تھی اور جانتی تھی جب ماہا اداس ہوتی تو اسی طرح تیار ہوتی تھی۔

اوہ میری پیاری سی اماں جی! رات کو بس دل اداس ہو رہا تھا، ہو جاتا ہے نا کبھی کبھی؟ بغیر

کسی وجہ کے ہی، لیکن دیکھو اب تو میں بہت پر سکون ہوں۔ ماہا نے بشاش لہجے میں کہا تو

فرح کو تسلی ہو گئی۔

اب آ بھی جاؤ لڑکیوں ناشتہ تیار ہے۔

نانو کی آواز آئی تو وہ دونوں جلدی

جلدی سیڑھیاں اترتی نیچے آ گئیں۔

نانو ناشتے کی میز سجائے انکا انتظار کر رہی تھیں۔ آلو کے، پراٹھے، گھر کا بنا لسوڑے کا اچار،

ہری مرچ اور دھنیے کا رائتہ دیکھ کر دونوں کی بھوک چمک اُٹھی، ماہا اپنا پسندیدہ ناشتہ دیکھ کر

خوشی سے جھوم اُٹھی اور کرسی کی پشت سے نانو سے لپٹ گئی، "لو یو میری پیاری نانو!"

نانو نے اسکے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اپنے پاس بٹھالیا۔ آ جاؤ فرح بیٹا آپ بھی بیٹھو۔

فرح بھی جلدی سے کرسی کھینچتے ماہا کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ "آج تو میری ساری ڈائٹنگ

یہیں نکل گئی

"I cannot resist

فرح نے پلیٹ میں پراٹھا نکالتے ہوئے کہا تو تینوں ہی مسکرا دیئے

مزہ آ گیا" ماہا نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا اور کھڑی ہوئی، فرح بھی ناشتہ کر

چکی تھی وہ بھی اسکی پیروی کرتی اُٹھ گئی۔

"ماہا یو آر ویری لکی جو ایسی نانو ملیں"

اس میں تو واقعی کوئی شک نہیں، ماہا نے مسکراتے ہوۓ جواب دیا تو نانو بھی مسکرا دیں۔

اللہ حافظ نانو. دونوں یک زبان ہو کر بولیں اور باہر نکل گئیں، اللہ حافظ میرے بچوں خیر سے جاؤ"۔"

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

دونوں گاڑی میں بیٹھی تھیں فرح نے گاڑی سٹارٹ کی ہی تھی کہ دو سامان سے لدے ہوئے ہوۓ ٹرک انکے گھر کے آگے آکر رک گئے، اف اب یہ کیا ہے؟

فرح نے نخوت سے کہا، تم رکو زرا میں دیکھتی ہوں، ماہا نے کہا اور گاڑی سے اتر گئی

سامنے والے گھر میں کچھ لوگ شفٹ ہوئے ہیں انہی کا سامان آیا ہے ماہا نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے فرح کو بتایا، ٹرک نے انہیں راستہ دے دیا تھا، فرح نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

اسلام علیکم نانو

آج بہت تھک گئی، صبح سے لیکر شام تک کلاسز تھیں کوئی بریک نہیں تھی، سوچا تھا بس کالج مشکل ہے یونیورسٹی جا کر کچھ آرام ہو جائے گا۔ماہا نے بیگ ایک طرف رکھا اور انکے پاس بیٹھ گئی، وا علیکم اسلام! میرا بچہ، تو بہت ہونہار ہے ایسے نہیں سوچتے ہر دور کا اپنا مزہ ہوتا ہے اور سٹوڈنٹ لائف ہی بعد میں سب سے زیادہ یاد آتی ہے، انہوں مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی، یہ تو سچ ہے اس نے ہامی بھری۔

جاؤ اب جلدی سے اٹھو شاور لو، فریش ہو جاؤ، میں بشیراں سے کہ کر کھانا لگواتی ہوں، یہ کہ کر وہ کچن کیطرف بڑھ گئیں اور ماہا فریش ہونے اپنے کیطرف چل دی۔

~~~~~~

کھانے کے بعد وہ اپنے اور نانو کے لئے چائے بنا کر کمرے میں لے آئی، نانو بیڈ پر بیٹھی تھیں وہ بھی انکے پاس بیٹھ گئی اور کپ پکڑاتے ہوئے بولی، آپکو پتہ ہے نانو سامنے والے گھر میں کچھ لوگ شفٹ ہوئے ہیں،
~~~~~~

،ہاں بشیراں بتارہی تھی کہ بس دو ہی لڑکے ہیں لیکن سامان ایسے آیا ہے جیسے بہت بڑا خاندان ہو. نانو نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا، ھمم یہ تو ہے ویسے، سوچنے کی بات ہے اتنے بڑے گھر میں بس دو لڑکے، شاید بعد میں فیملی بھی شفٹ ہو جائے؟ ماہا بولی ہسں لیکن ہم کیوں اتنا سوچ رہے ہیں، ہم بھی تو اتنے بڑے گھر میں بس دو لوگ ہیں. نانو نے اداس لہجے میں طنزاً ہنستے ہوئے کہا تو وہ جھٹ سے بولی ہم تو دو ہی دس کے برابر ہیں جی. نانو مسکرا دیں۔اس نے چائے کا آخری گھونٹ بھرا اور دونوں کپ واپس.. ٹرالی میں رکھ کر نانو کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی وہ پیار سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی رہیں اور ماہا سو گئی۔نانو اسے دیکھتے دیکھتے کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں،انکے چہرے سے پریشانی چھلک رہی تھی۔

ماہا جب سے پیدا ہوئی تھی تب سے ہی نانو کے پاس تھی، یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ وہی اسکی ماں تھیں، ماہا نے انہی کی گود میں آنکھ کھولی، جنم دیتے ہی اپنی ماں چل بسی، تو ماں کی بیوہ خالہ نے بھانجی کی آخری نشانی کو سینے سے لگا لیا۔اب وہ، نانو کا اور، نانو اسکا واحد سہارا تھیں۔

اسکے بابا یوسف شاھونی کا تعلق بلوچستان کے مشہور قبیلے "شاھوانی" سے تھا۔وہ سردار کے بیٹے تھے، لیکن وہاں کی رسم ورواج سے باغی،انہیں اکثر ہی بہت سی باتوں اور فیصلوں پر اعتراض رہتا تھا

اگلا سردار بھی انھیں کو بننا تھا لیکن وہ اس سب سے دور رہنا چاہتے تھے۔یہی بغاوت انہیں بلوچستان سے کوسوں دور 'لاہور' کھینچ لائی

شاھوانی قبیلے کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم تھا جسکی سزا صرف اور صرف موت تھی۔وہ ہر ممکن کوشش کرکے یوسف کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ادھر یوسف اپنی ایک الگ پر سکون دنیا بسانا چاہتے تھے، یہاں انکی ملاقات 'حرا' سے ہوئی، ملاقات کیا تھی حرا آفندی کو دیکھتے ہی وہ دل ہار بیٹھے تھے۔

حرا اپنی بیوہ خالہ کے ساتھ رہتی تھیں،ماں کے مرنے کے بعد، بابا دوسری شادی کرچکے

تھے اور انکی بیوی کو حرا ایک آنکھ نہ بھاتی، سو وہ خالہ کے پاس ہی رہیں۔

خالہ کو بھی یوسف بہت پسند آئے اور اسطرح یوسف اور حرا کی شادی ہو گئی، یوسف سے شادی حرا کی زندگی کا سب سے خوشگور دور تھا، لیکن وہ نہیں جانتی تھئ یہ خوشگوار دور بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔

شادی کے چھ ماہ بعد ہی شاھوانی قبیلے نے یوسف کو ڈھونڈ نکالا

وہ جانتے تھے کہ انکا قبیلہ خاموش بیٹھنے والا نہیں ہے، تب ہی وہ اس شادی کو خفیہ رکھانا چاہتے تھے اور اس کوشش میں البتہ کامیاب رہے تھے

وہ حرا کو لیکر ملک سے باہر جانے کے تمام انتظامات مکمل کر چکے تھے لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا اگلے دن انکی فلائٹ تھے اور وہ بہت خوش تھے۔ انہیں آج ایک اور خوشخبری بھی ملی تھی کہ حرا امید سے ہیں
وہ انکے لئے کیک اور پھول خرید کر گھر ہی آ رہے تھے۔

تب ہی بڑی بڑی دو جیپوں پر سوار، ہتھیاروں سے لیس

کچھ لوگ، جنکے چہرے سیاہ چادروں سے ڈھکے تھے، انکے سامنے آگئے اور راستہ روک لیا۔

رات کا وقت تھا اور روڈ سنسان، یوسف بری طرح گھبرا گئے۔

ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہ جیپوں سے اترے اور چاروں اطراف سے یوسف کو گھیر

لیا۔ اگلے ہی لمحے انکا جسم گولیوں سے چھلنی کرتے، فائرنگ کرتے آگے بڑھ گے تھے۔

یہ شاھوانی قبیلے کا انتقام تھا، یوسف اپنی آخری سانسیں لیتے ہوئے وہیں دم توڑ گئے۔

حرا کے لیے یہ سانحہ سوہانِ روح تھا، یوسف کے بغیر جینا روز مرنے کے برابر تھا، وہ

زندگی ہار چکی تھیں۔

اور ماہا کی پیدائش پر وہ بھی دم توڑ گئیں۔

یوں ننھی سی ماہا، حرا کی خالہ یعنی نانو کی گود میں آ گئی، بھانجی کے دکھ کے بعد وہ بلکل ٹوٹ

گیئں تھیں۔ ماہا ہی انکے جینے کی وجہ بن گئی اور انہوں نے اسکی پرورش و تربیت میں دن

رات ایک کر دیے۔

انکی آبائی جائداد بہت تھی اور زمینوں سے آنے والی رقم سے تمام اخراجات بخوبی پورے ہو جاتے، زندگی سکون سے گزر رہی تھی، لیکن نانواب بیمار رہنے لگیں تھیں اور انہیں ہر پل ماہا کی فکر ستاتی۔

میرے بعد اسکا کیا ہو گا، وہ کیسے رہے گی یہ سوچ ہی انکا دل دہلا دیتی۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھیں کہ

بشیراں کی آمد ہوئی۔

بی بی جی وہ جو نئے لوگ آئے"

ہیں سامنے والے گھر میں، انکی ملازمہ آئی ہے

ماہا کو سوتا دیکھ کر بشیراں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔"اچھا تم چلو میں اتی ہوں،" ماہا کا سر انکی گود میں تھا جھک کر اسکا ماتھا چوما اور سر تکیے پر رکھتے ہوئے آہستہ سے اُٹھیں، ماہا ہلکا سا کسمسائی اور پھر سو گئی۔

نانو باہر آ گئیں، لاونج میں بشیراں کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر عورت موجود تھی نانو کو آتا دیکھ کر سلام کیا اور بولی" سلام بی بی ام سامنے والا گھر میں صاب کے ساتھ آیا ہے وہ صاب کے لئے چائے بنانا ہے ابھی ادھر گیس کا پائپ کا مسئلہ اے اگر آپ اجاجت دے تو ام صاب کا چائے بنائے گی،؟

وہ لہجے سے پٹھان لگ رہی تھی اس نے سوالیا نظروں سے نانو کو دیکھا تو وہ تھوڑا سا شرمندہ ہو گیئں، نئے پڑوسیوں کا کھانا بھجوانا انکا فرض تھا وہ کیسے بھول گئیں.؟

آپ رکو میں ابھی آئی" جلدی سے کہتی وہ کچن کیطرف بڑھیں، واپس آئیں تو انکے ہاتھ میں ایک ہاٹ پاٹ اور چائے کی کیٹل تھی۔

یہ لے جائیں، نانو نے دونوں چیزیں اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ گڑبڑا گئی

نہیں نہیں امارا صاب ناراض اوگا ام کو خود پکا لینے دو

وہ لاکھ روکتی رہی لیکن نانو نے ایک نہ سنی اور کھانا دے کر ہی رخصت کیا۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

ماہا کی آنکھ کھلی تو رات کا ایک بج رہا تھا۔اُف! میں اتنی دیر سوتی رہی ہوں۔مجھے نانو نے اُٹھایا کیوں نہیں؟

اس نے قریب سوئی نانو کو دیکھا،وہ نانو کے کمرے میں ہی سو گئی تھی اور اب رات کے 1 بجے آنکھ کھل رہی تھی، بال سمیٹتی وہ اُٹھ بیٹھی۔پاوں میں اُلٹے سیدھے چپل گھسائے اور باہر آ گئی

پورے گھر پر سناٹا چھا رہا تھا، کچن کی مدھم روشنی کے علاوہ کچھ بھی روشن نہیں تھا۔اسے کچھ غیر معمولی سا احساس ہوا،مجھے نانو نے جگایا کیوں نہیں،

ماہا بی بی! بشیراں نے آواز دی تو وہ چونک کہ مڑی

کیا بات ہے؟ مجھے جگایا کیوں نہیں، کھانے کے لئے بھی نہیں اُٹھایا؟اس نے الجھے ہوئے لہجے میں بشیراں سے پوچھا
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

وہ اصل میں بی بی جی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی ڈاکٹر صاحب بھی ہو کر گئے ہیں، بلڈ پریشر تھوڑا ہائی تھا وہ دوا بھی دے گئے ہیں۔

بشیراں نے ڈرتے ڈرتے بتایا، وی جانتی تھی ماہا غصہ ہو گی اور وہی ہوا۔

حد ہوتی ہے بشیراں، میں سوئی ہی تھی مر تو نہیں گئی تھی جو تم. نے مجھے جگانا ضروری نہیں سمجھا...؟ نانو ہیں وہ میری! اور صرف وہی میرا سب کچھ ہیں۔

ماہا روہانسی ہو گئی۔

جی وہ بی بی جی نے سختی سے منع کیا تھا،

بشیراں بے چارگی سے بولی۔

اچھا بس! جاو یہاں سے۔ ماہا نے قدرے غصے سے کہا اور کچن میں اگئی۔

۔اسے شدید غصہ آرہا تھا وہ اتنی دیر سوتی کیوں رہی۔ فریج سے ٹھنڈی سپرائٹ نکالی، گلاس میں اُنڈیلی اور مزید برف ڈالنے لگی، شاید یہ برف اسکے اُبلتے غصے کو کچھ کم کر سکے۔

گلاس لئے وہ اوپر آگئی اور ٹیرس پر رکھے جھولے میں ٹک گئی۔ اسکی نظر سامنے گھر کی کھڑکی پر پڑی جو کھلی ہوئی تھی اور روشنی باہر آرہی تھی۔

واہ تو ہمارے نئے پڑوسی بھی اب تک جاگ رہے ہیں، ماہا نے طنزاًبڑبڑاتے ہوئے ایک بڑا

ساگھونٹ بھرا، لیکن اگلے ہی لمحے اسکی نظریں اس کھڑکی پر

جم گئیں، جیسے کسی مقناطیسی حصار میں قید ہو گئی ہو۔ کھڑکی کے بلکل سامنے، میز پر بیٹھا وہ

نہایت وجیح اور پرکشش نوجوان تھا، ٹیبل پر جھکا کچھ لکھنے میں مصروف، اسکے بائیں ہاتھ میں

قلم تھا اور وہ بس لکھتا جا رہا تھا، اور ماہا بس اسے دیکھتے جا رہی تھی

لیمپ کی روشنی اسکے چہرے پر پڑتے ہوئے ایک ایک خدوخال کو نمایاں کر رہی تھی، گھنی

پلکیں، ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو اور پیشانی پر بکھرے بال۔ ماہا اپنا سارا غصہ بھولے بس

اسے تکتی جا رہی تھی۔

اچانک اس نے سر اوپر اُٹھایا اور ماہا کیطرف دیکھا، ماہا بری طرح گڑبڑا گئی جیسے کوئی چوری

پکڑی گئی ہو۔ لیکن ٹیرس پر تو بہت اندھیرا ہے وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا، اس نے خود کو تسلی

دیتے ہوئے سوچا۔

وہ اب لکھ نہیں رہا تھا اور مسلسل اسی طرف دیکھ رہا تھس، جیسے اندھیرے ہیں کچھ تلاش

کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ماہا کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔ وہ بہت شرمندہ ہو رہی

تھی۔ اج سے پہلے تو کبھی ایسی حرکت نہیں ہوئی مجھ سے، کبھی نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا کسی

کو،اب اگر آج ایسی حرکت ہو گئی ہے تو اللہ جی پلیز رسوامت کرنا۔

ماہانے دل میں دعا کی۔

اسی وقت وہ ایکدم اُٹھا اور چلا گیا۔

ماہانے شکر کا سانس لیا اور بھاگ کر کمرے میں گھس گئی۔

اس بات سے قطعی بے خبر کہ وہ اسے دیکھ چکا تھا اور اب کھڑا مسکرا رہا تھا۔

چاند کی روشنی میں نہائی وہ من موہنی لڑکی اُسے بہت اچھی لگی تھی۔

وہ دوبارہ اپنی نشست سنبھال چکا تھا، ایک نظر خالی پر ڈالتا اب وہ کچھ اور ہی لکھ رہا تھا۔

اگلی صبح وہ جلدی جلدی تیار ہو کر نیچے آئی۔نانو سے خفا تھی۔

مجھے بلکل بات نہیں کرنی کسی سے اس نے ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے، نانو کیطرف دیکھے بغیر کہا اور گلاس میں جوس نکالنے لگی۔نانو کو اُسکا پھولا پھولا ناراض چہرہ بہت پیارا لگا۔انہوں نے آگے بڑھ کر اُسے خود سے لپٹا لیا۔

میرا بچہ ناراض ہے؟

جی بہت زیادہ، ماہانے نروٹھے لہجے میں کہا۔آپ نے مجھے بتایا تک نہیں آپکی طبیعت خراب

تھی بشیراں کو بھی منع کر دیا، کچھ بتاتی ہی نہیں اب آپ مجھے، کل سے پریشان لگ رہی تھیں اور دیکھیں بی پی ہائی کر لیا نا؟ میں سوئی ہی تو تھی اس دنیا سے تو نہیں گئی تھی وہ روہانسی ہو گئی،۔

نانو تڑپ گئیں "خبر دار جو ایسی بات کی ! اللہ لمبی زندگی کرے میری بچی کی۔" اور آپ کی بھی "ماہا ان سے لپٹتے ہوئے بولی۔"

میں اب بلکل ٹھیک ہوں، ایکدم ہٹی کٹی تمہارے سامنے ! انھوں نے بشاش لہجے میں مسکراتے ہوئے ماہا کا گال تھپتپاتے ہوئے کہا پھر بشیراں سے مخاطب ہوئیں۔

چلو بھئی جلدی سے میری بیٹی کے لئے ناشتہ لے آؤ۔

فرح اور ماہا ٹیرس پر بیٹھی آئسکریم کھا رہی تھیں۔

آج کا دن بہت تھکا دینے والا تھا نا؟ فرح نے آئسکریم کا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

ہمم..م تھا تو سہی۔ماہا نے مختصر جواب دیا۔

اچھا سچ تمہیں بتانا تھا کہ اس ویکنڈ پر ہم سب

وادیء کلاش جا رہے ہیں، اپنا اور نانو کا سامان پیک کر لینا میں کچھ نہیں سنوں گی پچھلی دفعہ بھی تم نہیں گئیں تھیں، اگلی بار کا وعدہ کیا تھا نا؟ سو اب میں کوئی بہانہ نہیں سننے والی۔فرح نے تیز تیز بولتے ہوئے حتمی لہجے میں کہا تو ماہا کو ہنسی آ گئی۔

ارے بابا بریک تو لگاو، ایکدم بتا رہی ہو نانو کو بھی تو منانا پڑے گا نا؟ میرا تو تمہیں پتہ ہے مجھے نادرن ایریاز دیکھنے کا کتنا کریز ہے۔

ماہا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

ایکدم نہیں بتا رہی پورے پانچ دن ہیں ابھی، بس اچانک ہی پلان بنا اس دفعہ چلم جوشی کے تہوار پر ہم وہیں ہونگے اور نانو کیطرف سے تم بے فکر رہو، امی انہیں خود ہی منا لیں گی۔

فرح نے تفصیل بتاتے ہوئے پر یقین لہجے میں کہا تو

ماہا نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔

وہ جانتی تھی ماہا کی امی کی بات نانو کبھی نہیں ٹالیں گی، ماہا اسکی بچپن کی سہیلی اور ہمسائی تھی وہ بلکل اسکی بہنوں کیطرح تھیں اور یہی حال نانو اور فرح کی امی کا تھا، وہ دونوں بھی بہت

اچھی دوست تھیں۔

~~~~~~

فرح کی بات سچ ثابت ہوئی تھی نانو ساتھ جانے کے لیئے مان گئیں تھیں

اور اب وہ اپنی اور نانو کی پیکنگ کر رہی تھی، وہ پہلی دفعہ اتنا دور جا رہی تھی۔

اسے پہاڑی علاقے اور برف سے ڈھکی وادیاں دیکھنے کا بہت شوق تھا اب یہ شوق پورا

ہونے جا رہا تھا۔

وہ بہت خوش تھی اور چہکتی پھر رہی تھی، نانو بھی اسکی خوشی دیکھ کر کھل اٹھیں تھیں۔

اپنا اور نانو کا سارا سامان پیک کر چکی تھی اس نے الماری سے ایک تصویر نکالی اور سینے سے

لگا لیا، بوسہ دیا اور پھر

اپنے پرس میں رکھ لی، یہ اسکے ماما بابا کی واحد تصویر تھی جو اسکے پاس تھی، شاید یہ انکے

نکاح کے موقع پر بنائی گئی تھی۔

وہ بس اتنا جانتی تھی کہ اسکے والدین کی موت ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ہوئی تھی۔ نانو نے
~~~~~~

اسے حقیقت سے دور رکھا تھا وہ نہیں چاہتی تھیں اسکے دل میں کوئی خوف یا نفرت بیٹھے۔

~~~~~~~~~~~~~~

میرے سامنے والی کھڑکی میں

ایک چاند سا ٹکڑا رہتا ہے

افسوس یہ ہے کہ وہ ہم سے

کچھ اکھڑا اکھڑا رہتا ہے

فرح چھیڑنے کے انداز میں گانا گاتے ہوئے ماہا کے کمرے میں داخل ہوئی، کیا ہے کیوں تنگ کر رہی ہو تمہیں تو کچھ بتانا ہی نہیں چاہیے تھا۔

ماہا نے چڑتے ہوئے کہا تو فرح ہنس پڑی۔

ہمیں بھی تو دکھاو نا اپنے مسٹر ہینڈ سم، مجھے تو ابھی تک نظر نہیں آئے، فرح نے مصنوعی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے باہر ٹیرس کیطرف دیکھا۔

تو چلی جاو تمہارے گھر کے ساتھ والا گھر ہے جا کہ دیدار کر آو۔
~~~~~~~~~~~~~~

ماہانے منہ بسورتے ہوئے کہا

آہاں.. کوئی پیغام دینا ہے تو میں قاصد بن کے جاسکتی ہوں۔فرح نے مزید چھیڑا۔

فرح کی بچی باز آجاؤ ماہانے گدی اُٹھاکر فرح کی طرف اُچھالی جو اس نے کیچ کرلی۔

اچھا نہیں کرتی تنگ بابا۔یہ بتاو پیکنگ ہوگئی تمہاری کل صبح نکلنا ہے؛

ہاں سب پیک ہو گیا،ماہانے سائیڈ پر رکھے بیگز کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بس ٹھیک ہے صبح جلدی نکلیں گے انشاءاللہ میں امی کی دوائیاں لینے نکلی تھی سوچا تمھارا دیدار بھی کرتی جاؤں،اور پوچھتی جاؤں نانو کی دوائیں پوری ہیں؟

اوہ ہاں میں بھی ساتھ چلتی ہوں نانو کی بھی دوائیں لانے والی ہیں۔

ماہانے اُٹھتے ہوئے کہا اور فرح بھی ساتھ ہولی۔

~~~~~~~~~~

خوشگوار سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔

نانو اور فرح کی امی عالیہ بیگم،اور فرح کی چچی راشدہ خوش گپیوں میں مصروف تھیں،فرح
~~~~~~~~~~

ماہا اور اسکی کزنز آمنہ اور ثانیہ چپس کھاتی باہر کے نظارون سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

فرح کے بابا سعودیہ میں جاب کرتے تھے یہاں وہ اپنے چچا کے ساتھ رہتی تھیں۔

اور اب دونوں فیملیز وادیءکلاش کی طرف گامزن تھیں۔

ماہا کانوں میں ہینڈ فری لگائے

باہر دیکھ رہی تھی

اسے رہ رہ کر سامنے والے گھر کا قفل یاد آرہا تھا، پتہ نہیں وہ کہاں گیا ہو گا۔

وہ غیر ارادی طور پر اُس وجیح انسان کے بارے میں سوچ رہی تھی جو اس رات کے بعد کبھی نظر نہیں آیا تھا۔

اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موندلیں۔

ملک شاھو بیٹھک میں موجود تھے۔انکے سامنے دونوں سپوت براجمان تھے۔وہ تینوں بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے

جرگہ اپنا فیصلہ سنا چکا تھا اور اسکے مطابق خون کے بدلے خون یا خون کے بدلے عزت دینا تھی۔

کیونکہ بات لاشاری قبیلے سے دشمنی کی تھی، یہ کوئی معمولی قبیلہ نہ تھا،انکے ہم پایا وہم شان تھا۔

ملک شاھو بار بار اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتے کسی سوچ میں گم تھے۔

انکے لاڈلے سپوت اکبر شاھونی نے لاشاری قبیلے کے سردار کے بیٹے کا قتل کر دیا تھا۔یہ قیامت خیز واقعہ تھا جس نے شاھونی قبیلے کی اینٹ اینٹ ہلا ڈالی تھی۔

اکبر شاھوانی اور مظفر شاھوانی، باپ کے سامنے ساکت وجامد بیٹھے تھے۔

بقول اکبر شاھوانی کے اس نے یہ قتل جانتے بوجھتے نہیں کیا تھا، وہ شکار کی غرض سے نکلا

تھا، نہیں جانتا تھا کہ وہاں لاشاری قبیلے کے سردار کا بیٹا موجود ہے۔اسکی بندوق سے نکلی ہوئی گولی کب اُسکا سینہ چیر گئی وہ اس بات سے قطعی لا علم تھا۔

لیکن بات یہ تھی کہ جس قبیلے کا پرندہ مارنا بھی انکے لئے حرام تھا،اس قبیلے کے وارث کا اکبر شاھوانی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور وارث بھی وہ جس نے اس چلم جوشی کے تہور پر سردار بننا تھا۔

باباسائیں میں مرنا نہیں چاہتا"

اکبر شاھونی ملک شاھو کے گھٹنے کو ہاتھ لگاتے بولا۔وہ خاموش رہے۔

"مرد بنو بھائی تمہیں اسطرح کی بات زیب نہیں دیتی۔"

اصغر شاھوانی نے بھائی کو کندھے سے تھامتے ہوئے کہا۔

اومرنانئ چاہتا باباسائیں! تو قتل کرتے وقت، گولی چلاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا تھا ناکہ تو ابھی مرنا نہیں چاہتا۔اوجس قبیلے کی چڑی مارنا بھی گناہ ہے تو اسکا بندہ مار آیا ہے اکبر۔

ملک شاھو نے غصے و بے بسی سے چنگھاڑتے ہوئے اکبر شاھوانی کو پرے دھکا دیا۔

باباسائیں مجھے معاف کر دو، اکبر شاھونی ہاتھ جوڑتے گڑ گڑایا۔

اصغر لے جاؤ اسے یہاں سے اور بتادو کہ ہم تو معاف کر دیں گے لیکن لاشاری قبیلے نے اپنا خون معاف نہیں کیا،اب یہ فیصلہ کر لے کہ خود پیش ہو گا یا بے غیرت بن کر بہن کو پیش کرے گا؟

انہوں نے تقریباً دھاڑتے ہوئے کہا۔

رایان اپنے تایازاد کی موت کی خبر سنتے ہی حویلی پہنچا تھا،حویلی میں صف ماتم بچھا تھا۔

شاھوانی قبیلے کے سردار کے بیٹے نے اسکے تایازاد کا قتل کر دیا تھا۔اسکا خون کھول رہا تھا اور بس نہیں چل رہا تھا کہ شاھوانی قبیلے کے ایک ایک فرد کو بھون ڈالے۔

اسے ہر حال میں اکبر شاھونی کی لاش چاہیے تھی۔

سفید برف سے ڈھکے ہندو کش پہاڑوں کے درمیان یہ سرسبز و شاداب حسین وادی قدرت کا منہ بولتا شاہکار تھی۔ جگہ جگہ پہاڑوں سے پھوٹتے ٹھنڈے میٹھے چشمے روح کو تروتازہ کررہے تھے۔ ماہا اس وادی کی خوبصورتی میں گم ہو گئ تھی وہ ابھی پہنچے تھے اور سب ریسٹ کرنے اور فریش ہونے کی خاطر کاٹیج میں تھے جبکہ ماہا آتے ہی باہر نکل آئی تھی، ان حسین مناظر نے اسکی ساری تھکن جیسے دور کردی تھی وہ پہاڑوں کے بیچ، آنکھیں بند کیے گہرے گہرے سانس لیتی ٹھنڈک اور تازگی اپنے اندر اتار رہی تھی۔ تب ہی اسکے گالوں پر بارش کے ننھے قطرے پڑے جیسے وہ یہاں آنے پر اسکے رخسار چوم کر خوش آمدید کہ رہے ہوں۔ اس نے خوشی سے انکھیں کھول دیں اور بانہیں پھیلا کر بارش میں بھیگنے لگی، وہ ہمیشہ سے بارش کی دیوانی تھی اور یہاں برفیلے پہاڑوں کے درمیان ہونے والی اس ٹھنڈی میٹھی بارش نے اسے خوشی سے پاگل کر دیا تھا، وہ اپنا گہرا سبز دوپٹہ ہوا میں لہراتی گھوم رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کوئی مورنی پنکھ پھیلائے ناچ رہی ہو۔ بارش تیز ہو رہی تھی لیکن اسے پرواہ نہ تھی، فرح چھتری لئے اسے ڈھونڈتے آپہنچی، شکر ہے تم کاٹیج سے زیادہ دور نہیں گئیں تھیں۔ اس نے تیز ہوا سے اڑتی چھتری کو بمشکل تھامتے

ہوئے فکر مندی سے کہا، آؤ نا فرح تم بھی نہاو بارش میں بہت مزہ آرہا ہے، ماہا نے بارش میں پوری طرح بھیگتے ہوئے فرح کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ماہا باز آؤ فوراً چلا میرے ساتھ اتنی تیز بارش ہے اور شام ہو رہی ہے، نانو اور امی کو تمہاری بہت فکر ہو رہی ہے جلدی کرو۔فرح نے حکمیہ لہجے میں کہا تو ماہا ہار مان گئی۔اچھا چلو چلتے ہیں، اسنے دوپٹہ اپنے گرد لپیٹنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا تو فرح نے اسکی طرف چادر بڑھادی جو وہ اسکے لیے ہی لائی تھی۔ ماہا مسکرادی اور دونوں کاٹیج کی طرف بڑھ گئیں۔یہ ایک چوٹھا سا لکڑی کا کاٹیج تھا جو یہاں کے مقامی طریقے سے سجایا گیا تھا۔اس کاٹیج کے تین کمرے اور ایک لمبا سا لاونج تھا، کمروں میں بیڈ لگے تھے، جبکے لاونج کے اندر ہی اوپن کچن تھا اور قالین بچھا کر چاروں اطراف فرشی گدیاں سجائی گئی تھیں۔ایک کمرے میں چاچو اور انکے بیٹے داور بھائی آرام کر رہے تھے۔ماہا اور فرح اندر داخل ہوئیں تو نانو اور عالیہ بیگم کو فکر مند سا دروازے پر ہی کھڑا پایا۔اسکو بھیگا دیکھ کر نانو ڈانٹتی جاتیں اور عالیہ بیگم مہنہ گھورنے پر اکتفا کرتے ہوئے اسکے بال سکھانے لگیں۔فرح مزے سے کھڑی اسکی عزت ہوتے دیکھ رہی تھی لیکن ماہا بھی آخر ماہا تھی اس سب کے جواب میں دونوں کو پیار سے دیکھتے ہوئے لپٹنے لگی تو نانو چلائیں، ہمیں بھی گیلا کرے گی یہ لڑکی۔جاؤ جلدی سے کپڑے بدل کر آؤ۔عالیہ بیگم

بولیں اور ماہا نے سر ہلاتے ہوئی اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔ اسکے جاتے ہی دونوں ہنس پڑیں۔ اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ ماہا کپڑے بدل کر لاونج میں آئی تو راشدہ چچی اسکے لیئے شہد اور ادرک کا قہوہ لئے کھڑی تھیں، یہ لو یہ گرم گرم پی aلو باہر بہت ٹھنڈ تھی۔ نہیں نہیں چچی میں تو بلکل ٹھیک ہوں، ماہا نے بشاش لہجے میں کہا اور ساتھ ہی چھینک بھی آگئی، بس پھر تو کیا تھا، تینوں خواتین، نانو عالیہ بیگم اور راشدہ چچی اسکے سر پر کھڑی زبردستی قہوہ پلا رہی تھیں۔ وہ بڑے بڑے گھونٹ بھرتی بمشکل نگل رہی تھی، پاس بیٹھی فرح اور اسکی دونوں کزنز ماہا کی حالت دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی، یہ کاٹیج جن لوگوں سے کرائے پر لیا گیا تھا انکے گھر کی چند خواتین، انکے لئے کھانا اور بچیوں کے لئے خاص ثقافتی ملبوسات لیکر آئیں تھیں۔ جو انہیں صبح چلم جوشی کے تہوار پر پہننے تھے۔ سب نے بہت خوشدلی سے انکے تحائف قبول کئے اور صبح انکے ساتھ ہی تہوار پر چلنے کا وعدہ کیا خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا انکے جاتے ہی بچیاں اشتیاق سے ملبوسات دیکھنے لگیں، عالیہ بیگم نانو اور راشدہ چچی بھی پاس ہی بیٹھ گئیں یہ نہایت نفیس کام سے بھرے ہوئے چولے نما فراک تھے۔ جنکے اوپر کسنے کے لئے موتیوں سے بھرے ہوئے کمر کس تھے۔ سر پر پہننے کے لئے خاص ثقافتی ٹوپیاں جو دوپٹوں کے ساتھ ہی سی دی گئی

تھیں چاروں اطراف موتیوں کی جھالر انکا حسن دوبالا کر رہی تھیں۔ وااوویہ تو بہت خوبصورت ہیں ماہا نے فرح کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے بھی اثبات میں سر ہلایا واقعی بہت پیارے ہیں۔ میرا تو بس نہیں چل رہا ابھی پہن لوں۔ سچ آپی ہم نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا ہم یہ بھی پہن سکتے ہیں۔ فرح کی کزن آمنہ نے خوشی وحیرت سے ملے جلے انداز میں کہا تو سب ہی مسکرا دیے، ثانیہ اپنا لباس لیکر اندر جا چکی تھی۔ نانو، عالیہ بیگم اور چاچی راشدہ انکو خوش دیکھ کر مسکرا اٹھیں۔

بی بی سائیں کا رو رو کر برا حال تھا۔ انکا عزیز از جان اکلوتا بیٹا فرہاد، گولی کی نظر ہو کر مر چکا تھا۔ اور گولی چلانے والا شاھوانی قبیلے کے سردار کا بیٹا تھا۔

انکے شوہر اور دیور بھی انہیں دشمنیوں میں مارے گئے تھے اب وہی انکا واحد سہارا تھا اسکی موت نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔

یہی حال رایان کی والدہ اماں سائیں کا تھا، انہوں نے رایان اور فرہاد دونوں میں کبھی فرق نہیں کیا تھا۔ رایان آنکھوں کی ٹھنڈک تھا تو فرہاد میں انکی جان بسی تھی۔ پوری حویلی پر

سوگ کی فضا چھائی تھی۔

ادھر یہ خبر سنتے ہی رایان دوڑا چلا آیا۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ فرہاد اب اس دنیا میں نہیں رہا وہ کل رات ہی اس سے بہت دیر تک فون پر بات کرتا رہا تھا فرہاد اسے چلم جوشی کے تہوار پر آنے کیلیئے منا رہا تھا، وہ نیا سردار بننے جا رہا تھا۔

رایان کو اسکی ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ وہ کتنا خوش تھا۔سردار بننے کے بعد وہ بہت کچھ بدلنا چاہتا تھا اسکے بہت سے خواب تھے جو تعبیر تک نہ پہنچ سکے۔

آج اسکی موت کی خبر رایان پر کسی قیامت کی طرح ٹوٹی تھی.،اسکی حالت غیر ہو رہی تھی۔

فرہاد نہ صرف اسکا تایا زاد بھائی بلکہ

اسکا دوست ہمراز سب کچھ ہی تو تھا۔کسی نے اس سے اسکی سب سے قیمتی شے چھین لی تھی۔

شاھوانی قبیلے نے ہم سے دشمنی لیکر اپنی جڑیں اکھڑوادیں ہیں،انکی نسلوں کو برباد نہ کیا تو میرا نام بھی رایان لاشاری نہیں،

اس نے غم وغصے کی حالت میں بی بی سائیں کو گلے لگاتے ہوئے عہد کیا تھا۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا اکبر شاھوانی کو زندہ گاڑ دے۔

اب سب کو جرگہ کے فیصلے کا انتظار تھا جب اکبر شاھوانی کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooooooo

چلم جوشی کا آغاز ہو چکا تھا۔۔پہاڑوں کے درمیان میلا سا سجا تھا۔ہر طرف جشن کا سماں تھا یہ تہوار بہار کی آمد کی خوشی کا اظہار تھا جو چار دن پر مشتمل رہتا کیلاش کے لوگ یہ تہوار بہت اہتمام سے مناتے تھے اس میں انکے لڑکے لڑکیاں اپنا جیون ساتھی چنتے اور تہوار کے دوران ہی انکی شادی کرائی جاتی۔

چاچی راشدہ اور چاروں لڑکیاں ماہا، فرح، آمنہ اور ثانیہ تہوار پر جانے کے لئے تیار تھیں، عالیہ بیگم اور نانو کاٹیج میں ہی رکیں، جبکہ چاچو اور فرہاد بھائی اٹھتے ہی ہائیکنگ کی غرض سے پہاڑوں کیطرف روانہ ہو گئے تھے۔ثقافتی لباس میں ملبوس وہ چاروں کافرستان کی

حسینائیں ہی لگ رہی تھیں لیکن ماہا پر تو الگ ہی روپ آیا تھا، لال رنگ کی فراک گولڈن بیلٹ اور سر پر سنہری موتیوں والی دوپٹہ نما ٹوپی پہنے وہ کوئی شہزادی لگ رہی تھی۔ جو بھی دیکھتا ایک لمحے کو نظر ہٹانا بھول جاتا۔ ایک طرف آگ کا الاؤ روشن تھا اور چند لڑکے رقص کر رہے تھے۔ ایک طرف سٹال سجائے گئے تھے جس میں وادی کلاش کی ثقافت کے رنگ بھرے تھے۔ ماہا اور فرح سٹالز کیطرف بڑھ گئیں جبکہ چچی بچیوں کو لئے الاؤ کے پاس ہی رک گئیں۔ یہاں تو ہر چیز بہت ہی خوبصورت ہے۔ فرح نے جیولری کے سٹال کے پاس رکتے ہوئے کہا۔ واقعی یہ دیکھو زرا، ماہا نے ہاتھ سے بنے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے جھمکے اٹھاتے ہوئے کہا۔ میں ہم دونوں کے لئے یہ لے رہی ہوں۔ ماہا نے بیگ کی زپ کھولتے ہوئے کہا اور پیسے نکالنے لگی۔ اسکی پھرتیاں دیکھ کر فرح مسکرا دی۔ وہ دیکھو وہ مور ہیں نا؟... انکے دائیں طرف ایک ڈھلوان اوپر جا رہی تھی، ماہا نے فرح کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے کہا۔ ہاں مور ہی لگ رہے ہیں، ماہا نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ وہ دیکھو... وہ پر پھیلا رہے ہیں۔ اب کی بار فرح نے پرجوش لہجے میں تقریباً چیختے ہوئے کہا اور اگلے ہی لمحے ماہا کا ہاتھ پکڑتے ڈھلوان کی طرف بھاگی ارے رکو.. تو... مجھے بیگ تو بند کر لینے دو... وہ چلاتی رہ گئی لیکن فرح کہاں سننے والی تھی؟ تب ہی ماہا بری

طرح ایک آدمی سے ٹکرائی اور اسکا بیگ کھل کر زمین پر الٹ گیا..وہ گھبرا گئی وہ آدمی بہت بری طرح اسے گھور رہا تھا۔اسکے کندھے پر بندوق تھی ماہا کو اسے دیکھ کر خوف آنے لگا۔ سوسوری..فرح نے کہا اور ماہا کا ہاتھ تھامے جلدی جلدی اسکی چیزیں سمیٹنے لگی جو بیگ سے نکل کر دور تک زمین پر پھیلی تھیں۔تب ہی وہ آدمی نیچے جھکا اور اپنے قدموں میں پڑی تصویر اٹھالی۔ماہا کی جان پر بن آئی یہ تصویر اسکے ماما بابا کی تھی۔وہ گھور گھور کر کبھی تصویر اور کبھی ماہا کو دیکھتا رہا۔ماہا بری طرح کنفیوز ہوئی۔پلیز یہ مجھے دے دیں،ماہا نے منت بھرے لہجے میں کہا لیکن وہ یکسر نظرانداز کرتے ہوئے اپنے ایک اور ساتھی کیطرف بڑھا اور تصویر اسکی طرف بڑھادی۔وہ بھی کبھی تصویر اور کبھی ماہا کو دیکھتا جاتا پھر وہ دونوں آپس میں کچھ بات کرتے ہویے ماہا کیطرف بڑھے۔م فرح مجھے بیت ڈر لگ رہا ہے اس نے فرح کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا ہاں مجھے بھی ڈر لگ رہا ہے چلو بھاگ چلیں۔ فرح نے اسکا ہاتھ تھاما اور واپس مڑنے لگی تب ہی وہ لوگ انکے سر پر پہنچ چکے تھے۔کون ہیں یہ؟

میرے ماما بابا ہیں،ادھر دو مجھے ! ماہا نے آگے بڑھ کر جھپٹنا چاہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر پاتی،وہ آدمی آگے بڑھا اور ماہا کو تقریباً کھینچتے ہوئے جیپ میں ڈال دیا اس نے مزمت کرنے کی کوشش کی تو اس آدمی نے گن کا دستہ اسکے سر پر مار دیا ماہا کو ہوش ہی نہ رہا اسکا دوسرا ساتھی جیپ سٹارٹ کر چکا تھا۔فرح مدد کے لئے پکارتی رہ گئی لیکن اسے سننے والا وہاں کوئی نہ تھا۔وہ جیپ کے پیچھے بھاگی لیکن ناکام رہی جیپ بہت سپیڈ سے نظروں سے اوجھل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی،روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ لوگ کون تھے اور ماہا کو کہاں لے گئے تھے

بابا سائیں دیکھیں میں کسے لایا ہوں"۔"

اصغر شاھوانی نے ماہا کو ملک شاھو کے قدموں میں پٹختے ہوئے پر مسرت لہجے میں کہا۔

وہ کراہ کر رہ گئی

کون ہے یہ"؟"

ملک شاھو ایکدم سیدھے ہوئے اور ماہا کیطرف اشارہ کرتے حیرانی سے پوچھا۔

یہ دیکھیں باباسائیں ! اللہ سوہنے نے بڑی مدد کی ہے ہماری"۔"

اصغر شاھوانی نے جوش و مسرت سے ملے جلے لہجے میں

کہااور وہی تصویر انکی طرف بڑھادی۔

ماہانا سمجھی کے عالم میں یہ سب دیکھ رہی تھی۔

ملک شاھو بغور اس تصویر کو دیکھتے رہے۔ایک نظر ماہا پر ڈالتے اور پھر تصویر پر۔

واہ اصغر ! توتُو بہت کام کی چیز ڈھونڈ کر لا یا ہے۔ مطلب"

ابا سردار کا شک بلکل ٹیک تھا، یوسف نے شادی کر رکھی تھی اور یہ اسکا ہی گند ہے نا"؟

اس نے جوتے کی نوک سے ماہا کی ٹھوڈی کو چھوا اور اسکا چہرا اوپر کیا پھر باآواز بلند قہقہہ لگایا

ماہا کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی، دل چاہا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سماجائے تزلیل

کے احساس سے اسکی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

"واہ مولا سائیں تو نے کتنے صحیح وقت پر اپنے بندوں کی مدد کی ہے"۔

ملک شاھو نے آسمان کیطرف دیکھتے ہوئے ایک معنی خیز نگاہ اصغر شاھوانی پر ڈالی تو وہ بھی جواباً مکروہ ہنسی ہنسا۔

ماہا اپنے بابا کا نام سن کر چونکا ہوئی گال پر بہنے والے آنسو بے دردی سے مسلتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی

"کون ہو تم لوگ میرے بابا کو کیسے جانتے ہو"؟"

ماہا ملک شاھو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی

"نظریں نیچی کر لڑکی! تو جانتی نہیں کس سے بات کر رہی"

ہے؟

اصغر شاھوانی نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"کس سے بات کر رہی ہوں؟ میں بھی یہی جاننا چاہتی ہوں"

کون ہو تم لوگ میرے بابا کو کیسے جانتے ہو کیوں مجھے اسطرح اٹھا کر لے آئے ہو خوفِ خدا نہیں ہے تم لوگوں میں؟

ماہا نے اصغر شاھوانی کے مقابل کھڑے ہوتے غصیلے لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔

اس نے ماہا کو بالوں سے پکڑا اور چنگھاڑتے ہوئے بولا

"آج تک کسی عورت کی اتنی جرات نہیں ہوئی کہ میرے سامنے کھڑے ہو کر اسطرح زبان چلائے

اپنی اوقات میں رہ تیرے حق میں یہی بہتر ہے"۔

پھر ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ دیا۔ماہا لڑکھڑا کر رہ گئ۔

اصغر کو ماہا سے اتنی دلیری کی توقع نہ تھی اسے اپنے مقابل کھڑا دیکھ کر اسکی مردانہ انا پر چوٹ ہی تو لگی تھی۔

ملک شاھو اٹھ کھڑے ہوئے

"او ٹھنڈارہ"

ملک شاھو نے ہنستے ہوئے اصغر سے کہا اور پھر ماہا سے مخاطب ہوئے

"سب بتاتے ہیں تجھے،فی الحال بس اتنا سن لے کہ تو میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہے جسے میں نے خود موت کی نیند سلایا تھا"۔

ملک شاھو نے ایک بار پھر مکروہ لہجے میں ہنستے ہوئے کہا

جا اسے اندر زنان خانے میں لے جا باقی سب بھی وہیں"
سمجھا دیں گے"۔

انہوں نے اب کی بار اصغر شاھوانی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔
اپنے بابا کے قتل کے بارے میں سن کر ایک پل کے لئے ماہا کے قدموں کے نیچے سے
زمین کھسک گئی۔
وہ بلکل ساکت و جامد کھڑی رہی۔

ملک شاھو کا حکم ملتے ہی اصغر اسکی طرف لپکا۔
اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ایکدم سیدھی ہوئی۔

ہاتھ مت لگانا مجھے ،دور ہٹ جاو۔ تم لوگوں نے میرے بابا کو مار ڈالا
خدا صرف تمہارا نہیں ہے یہ مت بھولو ایک ایک چیز کا انصاف کرنے والا ہے وہ رب۔

دیکھنا

تم سب کتے کی موت مروگے"۔

ماہا نے غم وغصے سے چلاتے ہوئے کہا اور رونے لگی۔

اصغر شاھوانی جو اسکی طرف بڑھ رہا تھا اسکی باتیں سن کر آپے سے باہر ہو گیا

اس نے آگے بڑھ کر ماہا کے رخسار پر تھپڑ رسید کر دیا جسکی تاب نہ لاتے ہوئے وہ اوندھے

منہ گر پڑی، اسکا سر چار پائی کے پائے سے ٹکرایا اور خون بہنے لگا۔

تیری اتنی ہمت کہ ہمارے آگے بھونکے"؟"

وہ ایک بار پھر ماہا

کیرف بڑھنے لگا۔

رک جا اصغر "اب کی بار ملک شاھو نے اسکا بازو پکڑا۔"

کتنے کام کی چیز ہے یہ بھول گیا؟ چل جا آرام کر تو اور رقیہ کو کہ آ کر اسے لے جائے۔

اصغر شاھو انی ایک غضب ناک نگاہ ماہا پر ڈالتا، اسکی کمت میں ٹھڈا مارتا باہر نکل گیا ملک شاھو بھی اسکے پیچھے ہو لئے۔

وہ کراہ کر رہ گی ُایسا لگا جیسے سانس بند ہو گیا ہو، م بری بمشکل سانس بحال ہوا لیکن اب وہ بری طرح نڈھال پڑی ہو چکی تھی

اس میں کھڑے ہونے کی سکت بھی نہ تھی۔ اپنے دوپٹے سے خون روکنے کی کوشش کرتی وہ سسکنے لگی۔

کچھ دیر بعد ایک عورت اندر آئی اسکے ہاتھ میں ایک پیالہ اور پٹی تھی غالباً وہ ملازمہ تھی۔

اس نے بغیر کچھ بولے آگے بڑھ کر ماہا کو سہارا دیتے ہوئے بٹھایا اور پیالہ اسکے لبوں سے لگا دیا وہ ایک ہی سانس میں پانی حلق سے اتارنے لگی۔

خون کافی بہ چکا تھا، ملازمہ نے گیلی روئی پر کوئی دوا لگا کر زخم صاف کرنا شروع کیا، اب وہ اسکے ماتھے پر کچھ لیپ رہی تھی شاید یہ کوئی مرہم تیار گیا تھا جسکے لگتے ہی ماہا کو ٹھنڈک کا احساس ہونے لگا اور درد جاتا رہا۔

ماہا کھلتی بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

فرح بے حال ہوتی کاٹیج پہنچی تھی، سب اسکی رنگت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

کیا ہوا ہے تمہیں؟ ہم تمہیں اور ماہا کو کب سے ڈھونڈ رہے"

ہیں کہاں تھی تم دونوں"؟

چاچی راشدہ نے فکرمندی سے کہا اور پھر دروازے سے باہر جھانکنے لگیں

ماہا کدھر ہے"؟"

اب کی بار نانو نے گھبرا کر پوچھا۔

وہ وہ ماہا.."

فرح نے حواس باختہ لہجے میں کہا بس اتنا کہا اور پھوٹ

پھوٹ کر رو دی۔

میرا دل بیٹھا جا رہا کچھ تو بولو"۔"

نانو رو ہانسی ہوئیں۔

سب فرح کے گرد جمع تھے اس نے روتے روتے سب بتا دیا۔

نانو کو لگا وہ جیتے جی مر گئی ہیں۔

میری بچی کو چھین گئے مجھ سے وہ ملک شاھو کے لوگ

ہونگے"۔

انہوں نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا اور صوفے پر ڈھے گئیں، جیسے اپنا سب کچھ ہار گئی ہوں۔

کیا مطلب پلیز کچھ بتائیں یہ سب کیا ہوا کیا آپ جانتی ہیں کون لوگ ہیں وہ؟

فرہاد بھائی نے آگے بڑھ کر سہارا دیتے ہوئے پوچھا

چاچو بھی آ گئے۔

"ہاں پلیز بتائیں ہمیں آپ جو بھی جانتی ہیں، ہم ہر ممکن

کوشش کر کے ماہا کو لے آئیں گے"۔

انہوں نے نانو کو تسلی دیتے ہوئے کہا، عالیہ بیگم نانو کو پانی کا گلاس پکڑانے لگیں۔

"گھبراو نہیں ہمیں سب بتا دو"۔

عالیہ بیگم نے تسلی دیتے ہوئے

نانو کا ہاتھ تھاما۔

"بہت خطرناک لوگ ہیں

بلوچستان کے قبیلے شاھوانی کے سردار ہیں وہ۔ماہا کے باپ یوسف کا تعلق بھی انہیں سے

تھا وہ سردار کا بیٹا تھا، بغاوت کر کے شہر تو آ گیا لیکن پھر ان لوگوں نے ڈھونڈ نکالا اور مارا

گیا۔

اور اب میری بچی کو لے گئے ہیں وہ اسکو بھی مار ڈالیں گے۔

اتنا چھپا کر رکھا تھا، اسے کبھی یہ بات پتہ نہیں چلنے دی۔ آخر کیسے وہ اس تک پہنچ گئے"؟

نانو سر تھام کر رہ گئیں، انکا رو رو کر حال برا ہو رہا تھا۔

نانو انہوں نے ماہا کے ماما بابا کی تصویر دیکھی تھی اور شاید تب ہی اسے پہچان لیا"۔

فرح نے خود کو سنبھالتے ہوئے بتایا۔

اسے ہمت نہیں ہارنی تھی اپنی دوست کو واپس لیکر آنا تھا۔

نانو نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھنے لگیں۔

کھل کے بتاؤ سب "۔"

فرہاد بھائی بولے تو وہ ساری روداد سنانے لگی۔

ہم علاقے والوں کو بتاتے ہیں ان سے مدد مانگتے ہیں۔"

ہمار آنے تک کوئی یہاں سے باہر مت جانا۔

آپ فکر مت کریں اللہ بہت مہربان ہے۔

چلو فرہاد بیٹا"۔

فرح کی تمام بات سن کر چاچو نے تسلی بخش لہجے میں کہا اور فرہاد کے ہمراہ باہر نکل گئے۔

تقریباً گھنٹے بعد چاچو اور فرہاد کی واپسی ہو گئی۔

سب انکے منتظر تھے

کیا بنا کچھ پتہ چلا ماہا کا؟

اندر داخل ہوتے ہی نانو نے سوال کیا

نہیں ماہا کا کچھ پتہ نہیں چلا لیکن ان لوگوں کا پتہ چل گیا ہے۔اس وادی سے کچھ دور انکا علاقہ ہے وہیں رہائش بھی ہے۔

ان لوگوں کی بہت دہشت ہے یہاں کے باشندوں میں، کوئی ہماری مدد کو تیار نہیں ہے

اب ایک حل ہے کہ ہم انکے علاقے میں جائیں اور جرگہ بٹھائیں...۔

چاچو نے سب کو تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن اب وہ اور فرہاد صحیح معنوں میں فکر مند تھے،
یہاں پر موبائل سگنل بھی نہیں آ رہے تھے شہر میں رابطہ کرنا ممکن نہ تھا۔
وہ جان گئے تھے کہ ماہا کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالنا اتنا آسان نہ تھا جب کہ وہ انکا ہی
خون تھی یہاں کا جرگہ کبھی انکے حق میں فیصلہ نہیں دے گا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

ماہا نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔
سر بہت بھاری ہو رہا تھا، پورے وجود پر نقاہت طاری تھی۔ یہ میں کہاں ہوں؟ اس
نے چاروں طرف دیکھنا چاہا لیکن کچھ نظر نہ آیا ہر طرف گھراندھیرا تھا۔ زرا سا ہلی تو سر
میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔
آہ..ہ! اسکے منہ سے سسکاری بلند ہوئی۔
سارا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔
اسکی کتنی تذلیل کی گئی اور کس قدر سفاکی سے پیٹا گیا تھا۔

اچھاتو میں محذان فرعونوں کے انتقام کی آگ بجھانے کے لیے لائی گئی ہوں؟ کیا اتنی نفرت تھی انھیں میرے بابا سے انکو بھی مار ڈالا اور اب مجھے اسطرح اذیت دے رہے ہیں کہ میں انکی اولاد ہوں؟

وہ سوچ بنا نہ رہ سکی، سر چکرانے لگا

یا اللہ مجھے ان ظالموں سے نجات دلادے مجھے میری نانو"
کے پاس جانا ہے"۔

وہ روتے روتے بری طرح کانپنے لگی۔

اسکا ذہن بلکل تاریک ہو رہا تھا، اس نے اٹھنا چاہا لیکن ہل بھی نہ سکی، اسکے ہاتھ پاوں رسیوں سے باندھے گئے تھے۔

ابھی وہ اسی کوشش میں تھی کہ دروازہ کھلا اور ہاتھ میں لالٹین لئے ایک عورت اندر آئی۔ پورا کمرہ لالٹین کی زرد روشنی سے نہا گیا۔ یہ وہی عورت تھی جو کچھ دیر پہلے اسکی پٹی کرنے

آئی تھی۔ لیکن یہ کوئی اور کمرہ تھا۔ وہ یہاں کب لائی گئی؟ کب باندھا گیا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

ہوش آگیا؟" وہ اسکے قریب آتے ہوئے بولی اور لالٹین کو" دیوار میں بنے ایک آلے میں رکھ دیا پھر ماہا کی طرف مڑی اور اسکے ماتھے پر ہاتھ لگا کر کچھ دیکھنے لگی۔

ہمم رقیہ مرہم لگائے اور زخم نہ چھوٹے ہو نہیں سکتا"۔"

وہ ماہا کا زخم دیکھتے ہوئے بولی جو کچھ گھنٹوں میں ہی کافی حد تک بھر گیا تھا۔

اب وہ اسکے پاوں کھولنے لگی۔
اٹھو آو میرے ساتھ"۔"

اسے سہارا دے کر اٹھانے لگی۔

ماہا کی جان میں جان آئی۔وہ اسے کوئی رحم دل فرشتہ معلوم ہوئی۔

پلیز مجھے یہاں سے بھگادو میں ساری عمر تمہیں دعا دوں"
گی،خدا کے لیے میری مدد کرو۔تمہاری بھی تو بیٹی ہو گی نا؟تم تو ان لوگوں کے ساتھ اس
ظلم میں شریک مت ہو"۔

ماہا نے گڑگڑاتے ہوئے اسکا ہاتھ تھاما۔

ماہا کی التجاسن کر ملازمہ کی آنکھیں بھرّا گئیں۔

بی بی ہمیں معاف کر دینا ہم .بہت بے بس ہیں آپکی کچھ مدد"
نہیں کر سکتے،حویلی سے ایک قدم باہر ہم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔میرے
چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بی بی سائیں مجھے معاف کر دینا،سوھنا رب آپ پر رحم کرے"۔

وہ دوپٹے سے آنکھیں پونچھتے ہوئے ماہا کے ہاتھ کھولنے لگی۔اور ایک بڑی سی چادر اسکے

کانپتے وجود پر اوڑھادی پھر اسکا کا ہاتھ پکڑے وہ باہر کیطرف بڑھی۔

وہ ایک لاش کیطرح بے حس و حرکت اسکے ساتھ چلتی رہی جیسے بلکل سن ہو چکی ہو۔

یہ ایک وسیع و کشادہ صحن تھا، چاند پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا اور اسکی روشنی سرخ اینٹوں کو نہلا رہی تھی۔

وہ چلتے چلتے رک گئی اور شکوہ کناں نگاہوں سے آسمان کو تکنے لگی جیسے اپنے رب سے شکایت کر رہی ہو۔

آنسو ایک تواتر سے اسکے گالوں پر بہنے لگے۔

بی بی جی چلیں یہاں سے، یہاں اسطرح رکنا ٹھیک نہیں،"

ادھر ہر پہر سائیں کے بندے گشت کرتے ہیں اور اس وقت حویلی میں پھرنے والے مرد انسان نہیں بھیڑیے ہوتے ہیں"۔

رقیہ معنی خیز انداز میں بولی۔

یہ سنتے ہی ماہا کی روح

کانپ گئی اس نے چادر منہ تک کھینچ لی اور ملازمہ کے ساتھ چلنے لگی۔

صحن ختم ہو چکا تھا وہ برآمدہ عبور کرتے ہوئے اب راہداری میں چل رہی تھیں۔راہداری

ختم ہوتے ہی ایک بڑا سا کمرہ تھا۔

بی بی رات آپکو ادھر رکنا ہے اب آپ ارام کر لو۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا، یہ ایک سادہ سا لیکن کافی کشادہ کمرہ تھا جس میں

بڑے بڑے رنگین پلنگ سجے تھے ایک طرف چھوٹی سی میز پر مٹی کی صراحی اور گلاس

رکھا تھا اسکے علاوہ کمرے میں اور کچھ نہ تھا۔

ماہا کو پلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا وہ خود زمین پر بچھی چٹائی پر تکیہ سجانے لگی۔

ہم بھی آپکے پاس ادھر ہے کچھ چاہیے ہو تو بتانا۔

مجھ پر اتنا احسان مت کرو کہ میں اسکے بوجھ تلے دب کر ہی مر جاوں۔

ماہا نے طنزیہ لہجے کہا اور گھٹنوں میں منہ چھپا لیا۔

وہ نہیں جانتی تھی کل کا سورج اسکے لیے کیا قیامت لیکر آئے گا۔

اسکی آنکھ کھلی تو دن کا اجالا پھیل رہا تھا

وہ نہیں جانتی تھی کب سوئی،اسکا جسم شل ہو رہا تھا

کمرے میں کوئی نہ تھا پتہ نہیں رقیہ کب گئی تھی۔

وہ اٹھ کر بیٹھی ہی تھی کہ رقیہ تیزی سے اندر داخل ہوئی۔

میں آپکو ہی جگانے آرہی تھی۔ سردار شاھو آپ کا انتظار"

کررہے ہیں، جرگہ بیٹھے گا کچھ دیر میں ادھر جانا ہے"۔

اس نے نظریں چراتے ہوئے ماہا سے کہا۔

کیا مطلب؟ کونسا جرگہ کدھر جانا ہے؟

ماہا کے لبوں سے پھسلا

آپ کو خون بہا میں لاشاری قبیلے کو دیا جا رہا ہے"۔"

رقیہ نے ایک بار پھر ماہا کو دیکھے بغیر جواب دیا۔

یہ سنتے ہی ماہا کا خون کھول اُٹھا وہ اپنی تمام تر قوت جمع کرتے اٹھی اور تقریباً دھاڑتے ہوئے باہر نکل آئی

کدھر ہے تو نامرد۔ کدھر دبک کے بیٹھا ہے؟ میں تھوکتی ہوں"

تجھ پر.... تھو....!۔

ماہا اپنے شل ہوتے وجود کو گھسیٹتی ملک شاھو کے سامنے آ گئی جو صحن میں ہی ڈیرہ جمائے

اپنے بندوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

ڈرپوک، بے غیرت، عورت کے پیچھے چھپنے والا مرد ہے تو"

اسکا وجود انگارہ بن رہا تھا وہ طیش کے عالم میں بولتی جاتی۔

اب کی بار ملک شاھو اُٹھ کھڑے ہوئے، غصے سے آگے بڑھتے ہوئے اسے بالوں سے دبوچ لیا۔

ہمارے آگے بھونکتی ہے اتنی زبان ہے تیری!
باندھو اسے اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے جاو! سب کو پتہ چلنا چاہیے کہ ملک شاھو کے آگے بولنے والے کا انجام کیا ہوتا ہے"۔

ملک شاھو نے بلند آواز سے حکم صادر کیا اور ایک جھٹکے
سے ماہا کو چھوڑ دیا وہ بری طرح لڑ کھڑا کر رہ گئی۔
حکم ملتے ہی فوری تکمیل کی گئی۔
دو آدمی آگے بڑھے اور ماہا کو رسیوں سے باندھنے لگے۔ وہ چلانے لگی۔ ابھی وہ سنبھل بھی نا پائی تھی کہ
وہ اسے گھسیٹنے لگے۔
درد کی شدت سے اسکی سسکاریاں بلند ہوتی رہیں،

جسم جگہ جگہ سے چھلتا جارہا تھااور مٹی اسکے سانسوں کو اکھاڑ رہی تھی۔اب وہ پوری طرح مٹی میں لتھڑی گھسیٹتی جارہی تھی اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

اسکے اوپر شاید پانی کی بالٹی انڈیلی گئی تھی وہ کچھ اندازہ نہ کر پائی،اتنا جانتی تھی کہ پانی میں نہا چکی ہے پھر اسکے اوپر ایک بڑی سی چادر ڈال کر گھونگھٹ دیا گیا وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں جرگہ لائی گئی تھی۔

یہ ایک وسیع میدان تھا جس کے چاروں اطراف پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔پنچائیت لگ چکی تھی۔ ایک طرف بہت بڑا آگ کاالاوروشن کیا گیا تھا۔جس کے گرد تمام قبیلوں کے معززین جرگہ سجائے موجود تھے،فیصلہ تو ہو چکا تھا بس اب اس پر عمل درآمد باقی تھا۔ملک شاھو بھی اکبر شاھوانی اور اصغر شاھوانی کے ہمراہ نشست سنبھال چکے تھے۔رایان پہلے سے ہی وہاں موجود تھا اپنے بھائی کے قاتلوں کو اتنا مطمئن دیکھ کر اسکا خون کھول رہا تھا۔بس نہیں چل رہا تھا انہیں چیر کر رکھ دے۔اسکا طیش دیکھتے ہوئے سردار رانگھوڑ نے رایان کی پیٹھ تھپتھپائی۔"بے فکر ہو جاو جوان! تمہیں انصاف ملے گا۔"سردار رانگھوڑ کا فیصلہ سب سے افضل سمجھا جاتا تھا اس جرگے کا فیصلہ بھی انہوں نے کیا تھا۔رایان خاموشی سے بیٹھا

خونخوار نظروں سے اکبر شاھوانی کو دیکھتا رہا، اس نے نظریں چرا لیں۔ "جی ملک شاھو پھر خون کے بدلے خون؟" سردار رانگھوڑ نے ملک شاھو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "نہیں ہم خون کے بدلے خون نہیں دینگے بلکہ اپنی روح دیں گے۔ ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان نہ تھا، لیکن ہماری بیٹی نے اپنے بھائی کی جان کے خاطر اپنا آپ قربان کرنا پسند کیا۔ وہ نہیں چاہتی کہ اکبر کے معصوم بچے یتیم ہو جائیں۔ اس لیئے ہم ایک بار نہیں پل پل مر کر اپنی بیٹی اپنے گھر کی عزت پیش کرتے ہیں"۔ ملک شاھو نے مکارانہ لہجے میں دکھ سموتے ہوئے کہا۔ یہ بات سنتے ہی ہر طرف چہ مگوئیاں ہونے لگیں، کسی کو بھی اس فیصلے کی امید نہ تھی۔ سردار رانگھوڑ بھی لمحہ بھر کو حیران ہوئے لیکن پھر فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ رایان یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اپنی جگہ سے اٹھا اور اکبر شاھوانی کو گریبان سے دبوچ لیا وہ بوکھلا گیا تو سمجھتا کیا ہے تو بچ جائے گا؟ میں تجھے زندہ نہیں"" چھوڑوں گا۔ سردار رانگھوڑ کے آدمیوں نے آگے بڑھ کر اکبر کو چھڑوایا۔ ملک شاھو اور اصغر شاھوانی اپنی جگہ بت بنے بیٹھے رہے۔ سردار رانگھوڑ نے رایان کا بازو پکڑتے ہوئے اپنے پاس بٹھا لیا دیکھو بیٹا تم اچھی طرح جانتے ہو یہ ہمیشہ سے ہمارے " جرگے کا اصول رہا ہے، خون کے بدلے خون یا خون بھرا۔ تیسری صورت صلح کی بھی ہے لیکن وہ تو نا ممکن لگ رہی ہے"،

سردار نے اکبر شاھوانی کیطرف دیکھتے ہوئے کہا پھر توقف سے بولے آج سے پہلے بھی یہ ہوتا ہی رہا ہے لیکن کسی قبیلے کے سردار نے اپنے گھر کی بیٹی اسطرح قربان نہیں کی بہت ہمت کا کام ہے یہ رایان بیٹے۔اب کی بار سردادر انگھوڑ نے طنزیہ لہجے میں ملک شاھو کیطرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئے۔ملک شاھو جی لڑکی کو پیش کیا جائے۔

سردار نے ایک سرسری نگاہ ان پر ڈالی اور رایان سے مخاطب ہوئے رایان بیٹا یہ بتائیں آپ اسے اپنے نکاح میں لینا چاہیں گے یا" کوئی اور؟ کیونکہ یہ ہمارا اصول ہے بغیر نکاح جوان بچی نہیں لے جا سکتے۔ لیکن آپ پر کوئی پابندی نہیں آپ جب چاہیں کسی سے بھی شادی کر سکتے ہیں"

میں ہی اپنے نکاح میں لونگا اسے رایان نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا۔ملک شاھو کا حکم ملتے ہی ماہا کو جیپ سے نکال کر لایا گیا وہ پوری طرح چادر میں ڈھکی تھی اسکا چہرہ بھی نظر نہ آرہا تھا ایک عورت اسے سہارا دیتے ہوئے لا رہی تھی جیسے دلہن کو سٹیج پر لایا جا رہا ہو۔وہ بری طرح نڈھال ہو رہی تھی اسے الاؤ کی دوسری طرف کچھ عورتوں کے ساتھ بٹھایا گیا۔ایک طرف رایان موجود تھا۔ماہا کے بیٹھتے ہی ان میں سے ایک عورت جلدی

جلدی مہندی گھولنے لگی۔ پھر اسکے ہاتھ تھام کر انگلیوں کی مدد سے رایان کا نام لکھنے لگی۔ وہ نا سمجھی کے عالم میں دیکھتی رہی ابھی مہندی لگی ہی تھی کہ اسی عورت نے جلتا ہوا کوئلا اسکی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ وہ کراہ کر رہ گئی اور چیخ چیخ کر رونے لگی، کسی نے اسکے درد کی پرواہ نہ کی ہر طرف شور اٹھ گیا۔ "آج سے یہ ہمیشہ کے لئے رایان لاشاری کی ہو گئی۔" اسکی آواز اس شور میں کہیں دب کر رہ گئی "رایان لاشاری" یہ نام پگھلتے ہوئے سیسے کی طرح اسکے کانوں میں انڈیلا جا رہا تھا۔ اسے اس نام سے شدید نفرت ہو رہی تھی۔ نکاح پڑھایا گیا وہ میکانکی انداز میں سر ہلاتی اقرار کرتی رہی۔ ایک عورت نے اسے سہارے سے کھڑا کیا اور اسکا ہاتھ تھامے رایان کے پاس لے آئی۔ یہ لو صاب۔ رایان نے اسکا ہاتھ تھاما اور بری طرح دبا دیا وہ چیخ کر رہ گئی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ ابھی تک اپنے ہمسفر کو دیکھ نہ سکی تھی گھونگٹ سے منہ ڈھانپے وہ بمشکل قدم اٹھاتے اسکے پیچھے چل رہی تھی۔ رایان اسے تقریباً کھینچتا ہوا گاڑی کیطرف بڑھا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتا اسے اندر دھکیلتا، ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جرگہ میں موجود ہر شخص انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ گاڑی تیز سپیڈ سے بڑھنے لگی، ماہا کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنے ہمسفر کے ساتھ بیٹھی تھی، اسکا نکاح ہو گیا تھا، وہ کون تھا؟ کہاں لیکے جا رہا تھا؟ کچھ بھی تو نہیں جانتی تھی وہ۔ پتہ

نہیں اب اسکے ساتھ کیا سلوک ہو؟ یہ تمام سوچیں اسکا دل دہلا رہی تھیں۔ وہ تیز سپیڈ میں گاڑی بڑھاتا اب کسی کو فون ملا رہا تھا۔ "جی بی بی جان! نہیں اتنی جرات کہاں ان کمینوں میں۔ انہوں نے بے غیرتی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی بیٹی پیش کر دی ہے۔ آپ کے لئے تحفہ لا رہا ہوں۔ جی جی باقی باتیں حویلی پہنچ کر کرتا ہوں۔ رایان نے ایک نفرت انگیز نظر اپنے ساتھ بیٹھے وجود پر ڈالی جو پوری طرح چادر میں لپٹا تھا اور کال بند کر دی۔ پھر بولا "تم نے خود اپنی زندگی جہنم بنائی ہے۔ تم جیسی بے غیرت باپ کی بیٹی کے ساتھ یہی ہونا چاہیے! اب میں تمہیں بتاوں گا اذیت کسے کہتے ہیں۔" اپنے باپ کے بارے میں یہ لفظ اسے کاٹ گیا تھا وہ نہیں جانتی تھی ملک شاھو نے اسکے بارے میں کیا کہا ہے لیکن وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں ایک بھی برا لفظ نہیں سن سکتی تھی۔ "میرا باپ بے غیرت نہیں ہے تم۔ لوگ ہو بے غیرت" ماہا نے غصے کی حالت میں چلاتے ہوئے کہا۔ رایان کو اس رد عمل کی امید نہ تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی اور ماہا کی چادر کھینچتے اسکے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا "بکواس بند کرو اپنی۔۔۔" لیکن ماہا کی شکل دیکھتے ایکدم بری طرح چونک گیا۔ چاند کی روشنی میں نہائی وہ من موہنی لڑکی۔ ایکدم اسکے ذھن میں جھپاکا ہوا۔ ماہا گال پہ ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ آنسو ایک تواتر سے اسکے

گالوں پر بہنے۔ لگے رایان کو اپنا دل پگھلتا محسوس ہوا۔اس نے بغیر کچھ بولے تیزی سے گاڑی اگے بڑھادی۔ماہانا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھتی رہی،رایان نے ایک نظر دوبارہ اس پر نہ ڈالی۔وہ اپنی چادر میں منہ چھپائے رونے لگی۔یہ لڑکی یہاں کیسے آئی؟شاید میری طرح یہ بھی شہر پڑھنے گئی ہو؟لیکن بی خانم نے تو بتایا تھا سامنے والے گھر میں نانی اور نواسی رہتی ہیں اس لڑکی کے ماں باپ نہیں ہیں اور بس یہ دو لوگ ہیں اور کوئی نہیں۔تو یہ ادھر کیا کر رہی ہے؟کون ہے یہ؟رایان کے دماغ میں سوالوں کی بوچھاڑ ہونے لگی وہ بری طرح الجھ رہا تھا۔اس نے گاڑی ایک طرف روک دی اور باہر نکل گیا۔سگریٹ سلگاتا اب وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ماہا گاڑی رکنے پر گھبرا گئی کہ اب شاید منزل آگئی ہے۔لیکن رایان چند منٹ بعد واپس آگیا۔اس نے گاڑی موڑ لی۔اب اسکا رخ وادی کی دوسری سمت بنے کاٹیج کی جانب تھا۔وہ اب حویلی نہیں جارہا تھا۔سب سے پہلے وہ اصل حقیقت جاننا چاہتا تھا۔اسے یہ ڈری سہمی لڑکی بہت معصوم لگ رہی تھی غصے میں اس پر ہاتھ تو اٹھا بیٹھا تھا لیکن اب افسوس ہو رہا تھا۔گاڑی ایک چھوٹے سے لکڑی کے کاٹیج کے سامنے آکر رک گئی۔یہ علاقہ پوری طرح برف سے ڈھکا تھا۔ہر شہ برف کی سفید چادر تلے دبی تھی۔رایان نے اتر کر اسکا دروازہ کھولا،"چلیئے نیچے اتریں وہ نرمی سے بولتا ماہا کو حیران ہی تو کر رہا

تھا۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔" ماہا آہستہ سے بولی۔رایان نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما، ماہا کے منہ سے سسکاری بلند ہوئی۔اسکی نظر ماہا کے ہاتھ پر پڑی جو بری طرح جھلسا ہوا تھا۔ رایان نے اب کی بار بغیر کچھ بولے اسے آہستہ سے اپنی طرف کھینچا اور گاڑی سے باہر نکال لیا۔وہ خاموشی سے چلنے لگی، یخ بستہ ہوائیں جسم سے ٹکرانے لگیں تو وہ چادر میں مزید سمٹ گئی۔کاٹیج کے قریب پہنچ کر ماہا کو ہول اٹھنے لگے میں اسکے ساتھ اندر نہیں جاوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" مجھے نہیں جانا تم جاو۔" اب کی بار ماہا نے سختی سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا اور وہیں برف پر بیٹھ گئی۔رایان کو اسوقت وہ کسی ضدی بچے کی طرح لگی، وہ مسکرا دیا۔" دیکھ لو بہت ٹھنڈ ہے یہاں جم جاوگی اندر چل کر کسی کونے میں بیٹھ جانا" وہ ہنس دیا ماہا حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی پھر گاڑی میں پڑنے والا تھپڑ یاد آیا یہ انسان یقیناً ایک نفسیاتی مریض ہے وہ سوچ کر رہ گئی۔میں نے کہا نا جاو تم یہاں سے۔ٹھیک ہے اب کی بار وہ سنجیدہ لہجے میں کہتا تیز تیز قدم بڑھاتا کاٹیج میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ماہا ٹھٹھرتی رہی لیکن وہیں بیٹھی رہی۔رایان نے اندر آتے ہی آتش دان جلایا اور بیٹھ گیا،

میں کیوں اسے دیکھ کر پگھلنے لگا ہوں؟ میں نے جسے چاہا وہ مجھے اسطرح ملے گی کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ کیا منہ دکھاوں گا اماں سائیں کو؟ انکے بیٹے کی خون بھرا میری پاکیزہ محبت ہے جسکے آگے میں کمزور پڑ رہا ہوں؟ وہ سوچ سوچ کر مزید الجھتا جا رہا تھا۔ لیکن قتل اسکے بھائی نے کیا تو بدلہ اس سے کیوں؟ سزا اسکو کیوں دی جائے؟ یہ تو بہت غلط ہے کیا یہ انسان نہیں؟ اسکا ضمیر ملامت کرنے لگا۔ وہ ایکدم اٹھا اور کچھ خیال آتے ہی فورا باہر آگیا، حد سے زیادہ ٹھنڈ تھی اور ماہا کا اندر آنا بہت ضروری تھا۔

رایان اٹھا اور دھیرے سے کمرے کا دروازہ کھولا لیکن وہ کہیں نظر نہ ائی شاید واشروم میں ہو گی۔ اس نے سوچا اور جلدی جلدی کمرے کو ترتیب دینے لگا۔ سگریٹ کی ڈبی اور ایش ٹرے ڈسٹ بن میں دیکھ کر اسکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ مجھے ہمیشہ سے ایسی ہی بیوی چاہیے تھی۔ اس نے سوچا اور سائیڈ ٹیبل کی دراز سے نوٹ پیڈ پین نکالتا اب وہ کچھ لکھ رہا تھا، پھر چٹ وہیں رکھتا باہر آگیا۔ ماہا کے ناشتے کے لیے پنیر اور انڈوں کے سینڈوچ بنا کر ایک اور چٹ ٹرے میں سجاتا، دروازہ لاک کرتے ہوئے وہ باہر نکل آیا۔ رایان کا فون رات سے بند تھا اور اماں سائیں کا غصے سے برا حال تھا۔ انکی آخری دفعہ بات ہوئی تھی کہ وہ

اس لڑکی کو لیکر حویلی پہنچ رہا ہے۔اس نے گاڑی کا رخ حویلی کے طرف موڑ دیا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا جواب دے گا ماہا کے بغیر وہ حویلی کیوں جا رہا ہے ؟۔پورا راستہ سوچیں پریشان کرتی رہیں بار بار ماہا کا حیران سا چہرا اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا. تھپڑ پڑنے کے بعد گال پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکا دیکھنا رایان کا دل چیر رہا تھا۔

حویلی پہنچتے ہی بی بی سائیں اور اماں سائیں کو دروازے میں منتظر پایا۔وہ شدید غیض کے عالم میں تھیں۔پوچھو اس سے کہاں ہے وہ کم زات اور یہ پوری رات کہاں" گزار کر آیا ہے ؟۔بی بی سائیں نے اسکی طرف دیکھے بغیر اماں سائیں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اماں سائیں شعلا برساتی نگاہوں سے اسے گھورنے لگیں۔بتا کہاں ہے وہ لڑکی ؟ تو تو اپنے بھائی کا بدلہ لینے گیا تھا نا؟ بتا اب کہاں چھپا کر آیا ہے اسے ؟ ہمیں غلام دین نے بتا دیا کہ تو اسے پہاڑی والے گھر لیکر گیا ہے ؟ اماں سائیں نے چلاتے ہوئے رایان سے سوال کیا۔وہ نظریں جھکائے کھڑا رہا۔بول ! بولتا کیوں نہیں اب ! وہاں کیوں لیکر گیا ہے اسے ؟ وہ"گھر تو تو نے اپنی ہونے والی بیوی کے لیے بنوایا تھا نا؟ تیری من چاہی وہاں رہا کرے گی۔پھر اس قاتل کی بہن کو وہاں کیوں لے گیا؟ تو اپنے بھائی کے خون بھرا میں آئی ہوئی لڑکی سے عشق تو نہیں کر بیٹھا کہیں"؟ اماں سائیں نے اسے جھنجوڑ ڈالا۔وہ بری طرح ہل گیا۔اماں

سائیں میری بات سنیں۔" آپکو لگتا ہے میں اتنا کمزور ہوں؟ کیا آپکو مجھ پر؟ اپنی تربیت پر یقین نہیں"؟ اس نے نرمی سے ماں کا ہاتھ تھاما وہ اسکی آنکھوں میں سچ تلاشنے لگیں۔ ادھر آئیں اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں" اس نے بی بی سائیں" کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں خاموشی سے اسکے ساتھ چلتی ہوئی اندر آ گئیں یہاں بیٹھیں میری بات اطمینان سے سنیں۔ رایان نے انہیں صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا اور خود دوزانوں ہو کر انکے سامنے بیٹھ گیا۔ میں دشمنی کی آگ میں اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ یہ بھی بھول" گیا عورت زات کی عزت کیا ہوتی ہے؟ میں نے اس پر ہاتھ اٹھا دیا اور پھر جب اسے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اماں سائیں بی بی سائیں یہ وہی لڑکی تھی جو شہر میں میرے گھر کے سامنے رہتی تھی۔ فرہاد کو میں نے اپنی پسندیدگی کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ لمحے بھر کو جھجکا لیکن پھر گویا ہوا۔ مگر بات یہاں میری پسندیدگی کی نہیں میں اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ کچھ غلط ہو رہا ہے کیونکہ مجھے بی خانم نے بتایا تھا کہ ماہا جب سے پیدا ہوئی ہے تب سے اپنی نانی کے ساتھ وہیں رہ رہی ہے۔ اسکے ماں باپ نہیں ہیں۔ تو آپ خود سوچیں اکبر شاھوانی کی بہن کیسے ہو سکتی ہے وہ؟ میں بہت پریشان رہا ہوں پورا راستہ بس یہی سوچتا رہا کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں؟ اپنی دشمنی کی آگ میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں ہم۔ مجھے کچھ سمجھ نہ آیا تو

اسے یہاں لانے کے بجائے کاٹیج لے گیا، آج میں آپ سے بھی یہ سوال کرنا چاہتا ہوں خود سے بھی بارہا پوچھ چکا ہوں۔ یہ خون بھرا کیوں ہے؟ کیا ہے یہ؟ انا کی سکین کی خاطر ایک بے قصور انسان کی زندگی عذاب بنا دینا۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے؟ جس نے قتل کیا اسکی سزا کوئی اور کیوں بھگتے اگر وہ اکبر کی بہن بھی ہوتی؟ تو کیا ہم دشمنی کی آگ میں اتنے اندھے ہو جاتے؟ اسکی سزا ایک بے قصور کمزور لڑکی کو دیتے؟ اماں سائیں خود سوچیں اگر فرہاد زندہ ہوتا وہ کسی بے قصور کے ساتھ یہ ظلم ہونے دیتا۔؟ میں بھٹک گیا تھا کچھ لمحوں کے لیے انتقام کی آگ میں کچھ نظر ہی نہ آیا کیا صحیح ہے کیا غلط۔ وہ بولتے بولتے روہانسا ہوا۔ کچھ توقف کے بعد گویا ہوا پھر اسلام میں بھی جب جنگیں ہوتی تھی دشمن کی عورتوں "کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی جاتی تھی تو کیا ہماری دشمنیاں اتنی بڑی ہیں کہ اپنے دین کے احکام. بھی بھلا دیے ہم نے"؟ رایان نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اماں سائیں اور بی بی سائیں کیطرف دیکھا جو آنکھوں میں ندامت کے آنسو لیے بیٹھی تھیں۔ وہ پورا راستہ اپنا محاسبہ کرتا آیا تھا اور اب بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا جیسے دماغ سے کوئی بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔ میرے بچے تو نے ہماری آنکھیں کھول دیں ہم انتقام. کی آگ میں اس حد تک اندھے ہو گئے تھے کہ خود ایک عورت ہوتے ہوئے، عورت کا تقدس ہی

بھول بیٹھے۔میں اپنا انتقام اپنے رب پر چھوڑتی ہوں جو بہترین انتقام لینے والا ہے۔بی بی سائیں نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا اور اماں سائیں کیطرف دیکھنے لگیں وہ بھی رو رہی تھیں۔اماں سائیں نے آگے بڑھ کر رایان کو گلے سے لگا لیا میرا بچہ مجھے تجھ پر فخر ہے تو نے ہماری آنکھیں کھولدیں۔اللہ پاک ایسی نیک اولاد ہر ماں کو نصیب کرنا انہوں نے رایان کا ماتھا چومتے ہویے کہا۔

اماں سائیں آپ بی بی سائیں کا دھیان رکھیے گا میں اس لڑکی کی اصلیت پتا کرواتا ہوں اور اسے اسکے گھر بھجواتا ہوں۔

رایان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اسکا گھر اب یہ ہے بیٹا مت بھولو وہ تمہارے نکاح میں ہے۔

بی بی سائیں نے مسکراتے ہوئے کہا تو رایان کے چہرے پر لالیاں بکھر گییں۔

چلو جاو اسے لیکر آو اماں سائیں بھی مسکرا دیں۔

ابھی نہیں اماں یہ شادی زبردستی ہوئی ہے وہ نفرت کرتی ہے مجھ سے۔

رایان نے افسردہ لہجے میں کہا لیکن ساتھ ہی لہجے کو بشاش بناتے ہوئے بولا میں ابھی آیا۔

اور باہر نکل گیا۔

بی بی سائیں اور اماں سائیں اسے دیکھتے رہ گئیں۔اللہ سوہنے میرے بیٹے سے اسکی خوشی نہ چھیننا

آمین دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼

چلم جوشی کے تہوار کا آج آخری دن تھا۔

فرح اپنے چاچو اور کزن فہد بھائی کے ساتھ مسلسل دو دن سے ماہا کو ڈھونڈ رہی تھی انہیں

مقامی لوگوں سے یہ معلوم تو ہو گیا تھا کہ اسے ملک شاھو نے ہی اٹھوایا ہے۔

لیکن یہاں کی پولیس بھی انکا ہی نمک کھاتی تھی انہیں سختی سے منع کیا گیا تھا کہ وہ پولیس

کے آگے انکانام بھی نہ لیں ورنہ انکی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف نانو کی حالت دن بہ دن خراب ہوتی جارہی تھی۔وہ ماہا کے واپس آنے کی امید بلکل ہار بیٹھیں تھیں۔

پتہ نہیں زندہ بھی ہو گی میری بچی یا ظالموں نے اسے بھی مار ڈالا

وہ چیخ چیخ کر رونے لگتیں اور ہوش کھودیتیں۔انکی حالت کسی صورت نہ سنبھلتی۔

رایان اپنے خاص ملازم دینو کے ہمراہ، جیپ لیے پہاڑوں کے درمیان آگیا اسے پتہ چلا تھا کہ ماہا، چلم جوشی کے تہوار کے قریب پہاڑوں کے بیچ بنی بستی میں ایک گھر میں رکی تھی۔

چلم جوشی کے تہوار کے دوران ہی ملک شاھو کے بندوں نے ماہا کو اٹھالیا۔

وہ کافی حدتک سارا معملہ سمجھ گیا تھا۔

صاب وہاں جیپ نہیں جائے گی اوپر ہے انکا گھر۔ دینو نے ڈھلوان پر بنے کچھ گھروں کیطرف اشارہ کیا۔

رایان نے اثبات میں سر ہلایا جیپ ایک طرف کھڑی کی اور نیچے اتر گیا تم یہیں رکو میں آرہا ہوں۔ وہ ڈھلوان چڑھتا اوپر آگیا یہاں ایک لائن میں بہت سے چھوٹے چھوٹے گھر بنے تھے۔ دینو اسے پہلے ہی گھر کا بتا چکا تھا تو وہ آسانی سے وہاں پہنچ گیا۔

اس نے دستک دی تو فوراً ہی دروازہ کھل گیا جیسے کوئی دروازے کے پاس ہی کھڑا ہو۔

وہ ایک ادھیڑ عمر خاتون تھیں، شکل جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

کون ہو تم؟ کس سے ملنا ہے؟

عالیہ بیگم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا جیسے وہ بھی اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔

ہم اندر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں میں ماہا کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

رایان نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ ماہا کا نام سن کر چونک گیئں اور فوراً اسے اندر آنے دیا۔

رایان اندر آیا تو سب اسکے گرد جمع ہو گئے۔

فرح نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔

آپ تو.. وہاں.. لاہور میں تھے نا؟ یہاں کیسے اور ماہا کے بارے میں کیا جانتے ہیں کہاں ہے وہ؟ زندہ تو ہے نا؟ فرح بولتے بولتے روہانسی ہو گئی۔

نانو بت بنی بس رایان کو دیکھتی رہیں وہ کچھ نہیں بول رہی تھیں۔

آپ پلیز ریلیکس ہو جائیں میں سب بتاتا ہوں وہ بلکل ٹھیک ہے۔ پوری حفاظت سے میرے پاس ہے۔

میں آپ کو لینے آیا ہوں تا کہ اپنے ساتھ لے جا سکوں۔ اس نے فرح کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

فواد بھائی اور چاچو بھی وہیں آ گئے۔

کیا مطلب بیٹا ہمیں بتاؤ وہ لوگ کون تھے؟ ماہا آپکے پاس کیسے؟ اور اسے ساتھ کیوں نہیں لائے؟

چاچو نے نا سمجھی کے عالم میں اس سے پوچھا۔

رایان نے شروع سے لیکر آخر تک سب بتانا شروع کیا۔ کسطرح وہ خون بھرا میں اس تک پہنچی۔

سب دم سادھے اسکی بات سنتے رہے۔

یہ جان کر کہ وہ بلکل ٹھیک ہے اور محفوظ ہے نانو کی جان میں جان آگئی خوشی سے آنکھیں چھلکنے لگیں اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلائے بہت دیر تک اسکا شکر ادا کرتی رہیں۔

پھر اٹھیں اور رایان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

میرے اللہ نے تمہیں فرشتہ بنا کر بھیجا۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو پتہ نہیں میری بچی کے

ساتھ کیا سلوک ہوتا۔ میں تو اسے ہمیشہ کے لئے کھو چکی تھی۔

رایان کو اپنے اندر تک سکون اترتا محسوس ہوا۔ یہ خوشی بدلے کی آگ میں سلگنے سے بہت بہتر تھی۔

اتنا سکون زندگی میں پہلے کبھی نہیں ملا۔ خوشیاں بانٹنے میں کتنا سکون ہے اس نے آج محسوس کیا تھا۔ شکر ہے بیٹا تم آگئے۔ ہم تو مایوس ہو کر آج واپس جا رہے تھے۔ یہاں کوئی ہماری بات سننے کو تیار نہیں تھا بلکہ ہمیں جان سے مارنے کی دھمکیاں ملنے لگیں تھیں۔ چاچو نے تسلی بخش لہجے میں کہا۔ اب آپکو کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ سب اب میرے مہمان ہیں سب تیار ہو جائیں۔ ہم حویلی جا رہے ہیں۔ رایان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آئی انکی ماہا سے کیا دشمنی ہے؟ رایان کو یہ سوال کل سے پریشان کر رہا تھا۔ رایان بیٹا ماہا انکی سگی بھتیجی ہے۔ ان ظالموں نے صرف آپکے بھائی کو ہی نہیں برسوں پہلے ماہا کے بابا کو بھی قتل کر دیا تھا۔ میں نے یہ بات ماہا سے بھی چھپا کر رکھی اسے یہی بتاتی رہی کہ اسکے ماما بابا ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے۔ میں نہیں چاہتی تھی وہ دل میں کسی قسم کا کوئی خوف پالے۔ بس قسمت میں یہی تھا شاید وہ ماہا کے والدین کی تصویر

دیکھ کر اسے اٹھا لے گئے۔ لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ تمہارے پاس آگئی اگر ان
ظالموں کے پاس ہوتی تو میں نے اسے ہمیشہ کے لئے کھو دیا تھا۔ نانو نے غمگیں ہوتے
ہوئے کیا۔ اچھا اب جلدی سے مسکرا دیں ہم آپکے داماد کے ساتھ اپکی بیٹی سے ملنے جا رہے
ہیں۔ فواد نے ماحول کو خوشگوار بناتے ہوئے کہا تو سب مسکرا دیے۔ فرح ایکدم کھل اٹھی
۔ میری دوست نے میرے بغیر ہی شادی کر لی اس سے تو میں اچھی طرح نپٹوں گی اور آپکی
بھی خیر نہیں رایان بھائی۔ اکلوتی سالی ہوں لیکن دس پر بھاری۔ آجاو لڑکیوں تیاری
کریں۔ فرح نے اٹھتے ہوئے آمنہ اور ثانیہ کو آواز دی اور وہ تینوں پر جوش انداز میں کمرے
کیطرف بھاگیں۔ سب اُنہیں دیکھ کر ہنس دیے۔ رایان پھیکی ہنسی ہنس دیا، اب وہ مجھ سے
دور چلی جائے گی وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی میرے
ساتھ زندگی گزارنا تو دور کی بات ہے، وہ سوچ کر رہ گیا۔ آپ سب تیار ہو کر نیچے آجائیں
میں آپکا ویٹ کر رہا ہوں۔ رایان نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا اور باہر نکل گیا۔ عالیہ بیگم،
چاچی راشدہ اور نانو جلدی جلدی سامان پیک کرنے لگیں انہیں ماہا کو لیتے وہیں سے رخت
سفر باندھنا تھا۔ فرح لائٹ پنک اور گرے امتزاج کی فراک پہنے گلے میں پنک دوپٹا
سجائے نک سک سی تیار کمرے سے باہر نکلی فواد کو اکیلا بیٹھے دیکھ کر پوچھا رایان بھائی کہاں

ہیں ؟ وہ باہر ویٹ کر رہا ہے۔ فواد نے ایک سر سری نظر فرح پر ڈالی تو پھر ہٹانا ہی بھول گیا۔ وہ ہنس دی۔ آپکو کیا ہو گیا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ نن.. نہیں کچھ نہیں فواد خجل ہوا۔ وہ فرح کو بہت پسند کرتا تھا بس اسکی پڑھائی مکمل ہونے کا انتظار تھا۔ بڑوں میں یہ بات طے تھی لیکن فرح کو اسکا علم نہ تھا۔ اچھا بتایئں نہ فواد بھائی وہ باہر کیوں چلے گئے میں نے انکے ساتھ جا کر ماہا کے لیے کچھ چیزیں لانی ہیں۔ فرح مجھے بھائی مت کہا کرو پلیز۔ اور کہاں جانا ہے ؟ میں لے چلتا ہوں۔ فواد نے سنجیدگی سے کہا تو فرح حیران ہوئی انہیں کیا ہو گیا ہے آج ؟ بھائی کیوں نہ کہا کروں ہو کمر پر ہاتھ رکھے تفتیشی انداز میں بولی، کیونکہ.. میں یہ لو فواد بیٹا سامان رکھنا شروع کرو۔ چاچی راشدہ نے بیگ پکڑاتے ہوئے کہا۔ اسکی بات بیچ میں ہی رہ گئ۔ وہ بیگ پکڑتا باہر نکل گیا۔ فرح فواد کی آنکھوں میں سب پڑھ چکی تھی۔ سوچ کر اسکے گالوں پر لالیاں بکھرنے لگیں۔ کیا ہوا آپ کیوں کھڑے اکیلے کھڑے مسکرا رہی ہیں رایان بھائی کدھر ہیں ؟ ثانیہ نے اسے اکیلے کھڑے دیکھا تو پوچھا۔ نہیں کچھ نہیں وہ شاید باہر ہیں آو چل کر دیکھیں۔ فرح اسکا ہاتھ پکڑتی باہر آ گئی۔

رایان، درخت تلے کھڑا سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا۔ وہ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

ماہا وہ پہلی لڑکی تھی جو اسکے دل میں گھر کر گئی تھی اور اب تو وہ اسکی بیوی تھی،
لیکن اسکے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔

میں نہیں چھوڑ سکتا اسے۔اسکے دور جانے کے خیال سے رایان کی جان جارہی تھی۔اس
نے ایک اور سگریٹ سلگایا۔

تب ہی فرح اسے ڈھونڈتے وہاں آ پہنچی۔

یہ کیا کر رہے ہیں جناب؟

فرح نے اسکے ہاتھ میں سلگتے سگریٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

کچھ نہیں کچھ بھی نہیں بس یونہی۔

رایان نے شرمندہ ہوتے ہوئے فوراً سگریٹ پھینکا۔۔

ہماری دلہن کو سگریٹ سے شدید چڑ ہے۔اب آپکو یہ عادت بدلنا ہو گی۔

فرح نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسے تو مجھ سے بھی شدید چڑ ہے۔

رایان آہستگی سے بولا۔

کیا مطلب؟

آپ سے تو اُن محترمہ کو لو وایٹ فرسٹ سائٹ ہوا ہے

(love at first sight)

فرح نے ہنستے ہوئے کہا۔

کیا یہ کب ہوا رایان کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

ہاہاہا کچھ نہیں اب چلیں؟ ہم سب تیار ہیں۔ وہ کھلکلائی

اور پہلے بتا دوں ماہا کا ڈریس میں خود پسند کروں گی۔

کونسا ڈریس؟

رایان نے نا سمجھی کے عالم میں پوچھا۔

کیا مطلب رایان بھائی؟ میری اکلوتی بسٹ فرینڈ سے آپ نے اکیلے اکیلے نکاح تو کر لیا اب رخصتی پر تو ہمیں تھوڑے ارمان پورے کر لینے دیں۔

فرح نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

فرح وہ میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی نفرت کرتی ہے مجھ سے۔

رایان نے افسردگی سے جواب دیا۔

اور آپ؟ آپ کیا کرتے ہیں اس سے؟

اب کی بار فرح نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

میں میں بہت محبت کرتا ہوں اس سے۔

رایان کے لبوں سے پھسلا۔

وہ ہنس دی۔بس پھر جلدی چلیں اُسے میں خود ہی سیدھا کر لوں گی۔آجائیں جلدی سب نیچے آ گئے ہیں۔

فرح نے گاڑی کیطرف بھاگتے ہوئے آواز لگائی۔
رایان حیران ہوتا اسکے پیچھے چل دیا۔

نانو عالیہ بیگم اور فرح رایان کی جیپ میں اور باقی افراد فواد کے ساتھ گاڑی میں سوار تھے۔
اب انکا رخ حویلی کیجانب تھا جہاں اماں سائیں اور بی بی سائیں انکی منتظر تھیں۔

— — — — — — — — — — — — — — — —

حویلی پہنچتے ہی انکا خوشدلی سے استقبال کیا گیا۔

نانو، اماں سائیں اور بی بی سائیں سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔

میں اپنے رب کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ میری بچی کو اتنے پیار کرنے والے لوگ ملے۔

وہ بار بار دل ہی دل میں شکر کرتی جاتیں۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔

جاو رایان بیٹا اب ہماری بہو کو بھی گھر لے آو۔

بی بی سائیں نے رایان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا ماہا کو جلدی سے لے آو۔

نانو نے بھی بے تاب ہوتے ہوئے کہا۔

جی جی میں وہیں جا رہا ہوں۔

رایان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور باہر آگیا

آپ سب بھی آرام کرلیں کچھ دیر، تب تک ماہا بھی آجائے گی۔ آجائیں۔

اماں سائیں انہیں انکے کمرے دکھانے لگیں۔

فرح مسلسل فواد کی نظروں کے ارتکاز میں تھی اس سے کھانا بھی بمشکل ہی کھایا گیا وہ بری طرح پزل ہو رہی تھی۔

کمرے میں آکر اس نے سکھ کا سانس لیا۔

آمنہ اور ثانیہ بیڈ پر لیٹتے ہی سو گیئں وہ سب تین راتوں سے مسلسل جاگ رہے تھے اب پر سکون ہو کر سونا تھا۔

فرح نے بھی بیڈ کراون س ٹیک لگائی اور آنکھیں موندلیں۔

—————————————

———

رایان کاٹیج پہنچا تو شام ڈھل رہی تھی اور برف باری شروع ہو چکی تھی۔

کاٹیج آدھے سے زیادہ برف سے ڈھکا تھا۔

اس نے دروازے کے آگے سے برف ہٹانا شروع کی اور اندر داخل ہوا۔

اندھیرا گھپ تھا، شاید وہ کمرے میں ہو گی۔اس نے سوچا۔

آتش دان میں آگ بجھ چکی تھی وہ مزید لکڑیاں ڈالتا آگ جلانے لگا۔

آگ جل چکی تو وہ کمرے کیطرف بڑھا۔

ناجانے کیوں ماہا کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے ہلکا سا دروازہ کھولا وہ سو رہی تھی۔

رایان اندر داخل ہوا اور دبے پاؤں چلتا ہوا بیڈ کے پاس آکر رک گیا۔

وہ سوتے ہوئے اور بھی حسین لگ رہی تھی۔

رایان وہیں بیٹھ گیا اور اسے دیکھنے لگا۔بہت معصوم نازک سی گڑیا لگ رہی تھی۔

رایان نے اسکی پیشانی پر بکھرے بال ہٹائے وہ زرا سا کسمسائی، تو وہ فوراً پیچھے ہوا۔

پر کچھ احساس ہونے پر اپنا ہاتھ دوبارہ اسکے ماتھے پر رکھ دیا وہ بخار سے تپ رہی تھی۔

اسکے لمس کے احساس سے ماہا نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

اسے اپنے پاس دیکھ کر وہ کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ جاو یہاں سے پلیز۔

اسکی آواز سے نقاہت ٹپک رہی تھی

پلیز آرام سے لیٹ جاو میں کچھ نہیں کر رہا۔ تمہیں بہت تیز بخار ہے

میں بس تمہیں دوا دے رہا ہوں یہ دیکھو۔

رایان نے فوراً سائیڈ ٹیبل کی دراز سے دوائیوں کا ڈبہ نکالا اور مطلوبہ دوا نکال کر ماہا کیطرف بڑھا دی۔

"تم پلیز ڈرو نہیں۔

میں تمہارے لیے حویلی سے کھانا لایا ہوں وہ کھا کر دوا کھا نا رکو میں ابھی آیا۔"

یہ کہتا وہ باہر نکل گیا، اماں سائیں نے ماہا کے لیے کھانا بھیجا تھا لیکن اب اسے بخار تھا وہ مرغن کھانا نہیں کھا سکتی تھی اس نے سالن بریڈ کے ساتھ گرم. کیا اور ٹرے سجاتا کمرے میں آگیا۔ماہا اسی طرح بیڈ پر بیٹھی تھی۔

وہ خاموش نظروں سے رایان کو دیکھ رہی تھی۔

رایان نے ٹرے اسکے آگے رکھی اور خود بھی وہیں بیٹھ گیا۔

"چلو اب جلدی سے یہ کھالو پھر دوا لینی ہے۔"

اس نے بریڈ کا سلائس شوربے میں بھگوتے ہوئے نوالہ بنایا۔

"میں ابھی اتنی بیمار نہیں ہوئی کہ خود کھا بھی نا سکوں۔" اس نے رایان کا ہاتھ پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"مجھے میرے گھر جانا ہے بس۔۔" وہ بضد ہوئی۔

"میں تمہیں تمہاری نانو کے پاس لے جانے ہی آیا ہوں۔ باہر موسم بہت خراب ہے جیسے ہی کچھ بہتر ہوتا ہے نکلتے ہیں۔

تم پلیز یہ ختم کرو اور دوا لے لو۔ میں ادھر سامنے ہی ہوں آج چاہے تم جتنی ضد کر لو میں یہیں رہوں گا۔ جب طبیعت ٹھیک ہو جائے تب اپنی مرضی کرتی رہنا۔"

رایان نے سنجیدگی سے کہا اور اس کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر ہی سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ خود کو موبائل میں مصروف ظاہر کر رہا تھا تا کہ وہ آرام سے کھانا کھا لے۔

اس نے حویلی کال ملائی لیکن سگنل نہیں آ رہے تھے۔

ماہا نے بمشکل ایک سلائس کھایا دوا لی، پھر ٹرے اٹھا کر باہر جانے لگی تو بری طرح سر چکرایا اور وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی۔

رایان بھاگتا آیا۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی اٹھا کر جانے کی یہیں رکھ دیتی۔ چلو لیٹ جاو اب۔"

رایان نے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

وہ حیرت زدہ اسے دیکھتی رہی کیا ہے یہ بندہ؟ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی ایکدم .اسکا بدل جانا ماہا کو مسلسل تشویشناک لگ رہا تھا۔

لیکن ابھی کچھ بھی مزید سوچنے کی ہمت نہیں تھی۔

وہ آنکھیں موندے لیٹ گئی۔

اسکا بخار کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں بس نانو کو پکار رہی تھی۔رایان سے اسکی یہ تکلیف دیکھی نہیں جارہی تھی۔

وہ اسکے سرہانے بیٹھ گیا اور ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے لگا۔

کبھی اسکا سر دبانے لگتا، پھر بخار چیک کرتا وہ صحیح معنوں میں اسکے لئے فکر مند تھا۔

ماہا یہ سب محسوس کررہی تھی۔تب ہی رایان کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"ماہا میں نے جب سے تمہیں دیکھا تم سے محبت کر بیٹھا۔لیکن یہ لازمی نہیں کہ تمہیں بھی مجھ سے پیار ہو۔

تم. کبھی نہیں سمجھ سکو گی یک طرفہ محبت کی اذیت کیا ہوتی ہے؟اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ جس انسان سے محبت کرو اسی کی نظر میں گر جاو۔میں کبھی تمہیں اسطرح حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں جانتا ہوں تم مجھ سے دور چلی جاو گی پتہ نہیں میں کیسے رہوں گا تم میری ہو کر بھی میری نا ہو سکی۔ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

اسکی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش صاف محسوس ہو رہی تھی۔

ماہا آنکھیں موندے لیٹی رہی۔بخار کا زور ٹوٹ چکا تھا اور وہ اب گہری نیند میں جا رہی تھی۔

اگلی صبح ماہا کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا اسکا ہاتھ رایان کے ہاتھ میں ہے اور وہ وہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو رہا ہے۔

یہ پوری رات اسی طرح میرے سرہانے بیٹھا رہا ہے۔وہ سوچ کر رہ گئی۔

پیشانی پر بکھرے بال ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو، کالی شلوار قمیض پہنے، آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کیئے وہ سیدھا ماہا کے دل میں اتر رہا تھا۔

لمحہ بھر اسے اِسی طرح دیکھتی رہی۔

پھر ایکدم نظریں ہٹالیں

"مجھے کسی صورت کمزور نہیں پڑنا یہ بھی میرے بابا کے قاتلوں کے ساتھ ہے میں ایسے انسان سے ہر گز محبت نہیں کر سکتی۔"

ماہا نے اٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن رایان کی گرفت بہت مضبوط تھی جیسے اسے ڈر ہو وہ کہیں چلی جائے گی۔ماہا نے زور سے ہاتھ چھڑایا تو وہ گھبرا کر اُٹھ گیا۔

"کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہونا"

اس نے ماہا کا ماتھا ہولے سے چھوا اور پھر ساتھ ہی مطمئن ہو گیا۔

"میں ٹھیک ہوں مجھے جانا ہے یہاں سے۔"

"ہاں ہاں تم فریش ہو جاو میں موسم .کے حالات دیکھ لوں پھر نکلتے ہیں۔"

رایان نے سرخ ہوتی آنکھوں کو مسلتے ہوئے کہااور کھڑا ہوا وہ ابھی تک نیند کے خمار میں تھا۔ماہا اسکی طرف دیکھنے سے گریز کررہی تھی۔

وہ بھی آہستہ سے اٹھتی اپنے بکھرے بال سمیٹتے ہوئے کھڑی ہوئی۔

تب رایان نے اسے بغور دیکھا وہ اسکی ٹی شرٹ اور ٹراوزر پہنے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

رات کو وہ چادر میں لپٹی تھی اس لئے اسکی نظر نہ پڑ سکی۔

وہ اسے دیکھ کر دل سے مسکرایا تھا۔تب ہی ماہا نے بھی اسکی طرف دیکھا اور پھر ایک نظر خود پر ڈالتی شرمندہ ہوتی واشروم کیطرف بھاگی۔

کاش میری ہر صبح کا آغاز اتنا ہی حسین ہو۔رایان کے لبوں سے پھسلا۔وہ واشروم میں جا چکی تھی۔رایان بھی مسکراتا ہوا باہر آگیا۔

سورج پورے آب وتاب سے چمک رہا تھا۔راستے صاف ہو رہے تھے رایان نے گاڑی میں ضروری سامان رکھا اور ماہا کو بلانے کے لیے اندر آگیا وہ بلکل تیار بیٹھی تھی۔

اس نے دوبارہ وہی کیلاشی لباس پہن لیا تھا فرق بس اتنا تھا کہ اب مٹی سے اٹا ہوا نہیں تھا۔ وہ کسی حور سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

رایان کو دیکھ کر فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ چلیں اس نے بے تابی سے کہا۔

جی آجاؤ رایان نے ایک بھرپور نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔وہ اسے ہمیشہ کے لیے روک لینا چاہتا تھا۔ لیکن سے گاڑی کیطرف بڑھ گیا

ماہا بیک سیٹ پر بیٹھنے لگی تو اس نے دروازہ لاک کر دیا۔یہ آخری سفر تو میرے ساتھ بیٹھ کر لو پلیز۔اور آگے بڑھ کر خود ہی فرنٹ سائیڈ کا دروازہ کھول دیا۔ماہا چپ چاپ بیٹھ گئی۔

وہ دونوں گاڑی میں سوار ہو گئے۔

اسکے دل پر بھی

..اسکے دل پر بھی کڑی عشق میں گزری ہو گی

نام جس نے بھی محبت کا سزا رکھا ہے

جب سے تو نے..مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے

سارا راستہ گاڑی میں عابدہ پروین کی یہ غزل بجتی رہی۔

وہ رایان کو دیکھنے سے گریز ہی کر رہی تھی۔

لیکن نظر بار بار اسکی طرف بھٹکتی جاتی۔

بلآخر 2 گھنٹے بعد وہ حویلی پہنچ گئے۔

"یہ مجھے کہاں لے آئے ہو؟

تم جھوٹے ہو۔مجھے دھوکہ دیا؟

تم نے کہا تھا مجھے میری نانو کے پاس لے جارہے ہو۔دھوکے باز۔"

ماہا نے گاڑی حویلی کے آگے رکتی دیکھی تو چلا اُٹھی

رایان نے اسکی بات کا کوئی جواب نہ دیا فوراً نیچے اترا اور ماہا کی سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے ایک جھٹکے سے باہر نکالا اور بازو سے پکڑتے ہوئے قریب کیا۔

"میں کچھ بھی ہو سکتا ہوں لیکن جھوٹا اور دھوکے باز نہیں۔"

اس نے ماہا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔اسکی آنکھیں لال انگارہ بنی ہوئی تھیں۔

ماہا اسکی نظروں کی تاب نہ لا سکی اور نظریں جھکا لیں۔

تب ہی حویلی کا دروازہ کھلا اور فرح بھاگتی ہوئی باہر آئی۔

"ماہا..."وہ خوشی سے چلائی۔

رایان نرمی سے اسکا بازو چھوڑتے ہوئے ایک طرف ہو گیا۔

وہ نا سمجھی کے عالم میں کبھی رایان کبھی اپنے طرف آتی فرح کو دیکھنے لگی۔
فرح اسکے پاس آئی اور گلے لگ گئی۔

"مجھے لگا میں کبھی نہیں مل سکوں گی تم سے۔" ماہا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"نانو کہاں ہیں۔؟" اس نے فرح سے الگ ہوتے ہوئے آنسو پونچھے۔

"آجاو اندر سب تمہارے ہی منتظر ہیں۔
آجائیں رایان بھائی چلیں۔"

فرح نے ایک طرف کھڑے رایان کو بھی مخاطب کیا۔ ماہا کو اسکا اسطرح رایان کو بلانا ایک آنکھ نہ بھایا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ یہ جو کچھ کیا ہے اسی نے کیا ہے چلو اندر۔"

ماہا نے آستہ سے دانت پیستے ہوئے فرح سے کہا۔

لیکن رایان نے سن لیا تھا۔

وہ سنجیدگی سے ایک طرف کھڑا رہا۔

فرح شرمندہ ہوئی۔"تم اندر چلو پھر بات کرتے ہیں۔"اس نے ماہا کا ہاتھ پکڑا اور اندر جانے لگی۔

فرح اندر آئی تو نانو کو دروازے میں ہی کھڑا پایا۔

"میری بچی"وہ والہانہ انداز میں اس سے لپٹ گئیں۔ماہا بہت دیر تک انکے گلے لگے آنسو بہاتی رہی،

"مجھے یقین نہیں آرہا میں آپ کے پاس ہوں۔"

"یہ سب رایان بیٹے کی وجہ سے ممکن ہوا ہے بیٹا۔"

اسے نانو کا بھی اسطرح کہنا بہت ہی برا لگا۔

میری اس حالت کا زمہ دار ہے وہ۔ یہ سب پتہ کچھ نہیں جانتے وہ بس سوچ کر رہ گئی

عالیہ بیگم چچی راشدہ، چاچو، فواد بھائی اور آمنہ ثانیہ سمیت سب ہی اسکے گرد جمع ہو گئے۔

رایان یہ منظر دیکھ کر مسکرا اٹھا۔

اتنی دیر میں اماں سائیں اور بی بی سائیں بھی وہیں آ گئیں انکے ہاتھ میں سرخ اور سفید پھولوں کا ہار اور گجرے تھے۔

بھئی ہمیں بھی دیکھ لینے دو اپنی بہو۔

وہ آگے بڑھیں تو سب نے انہیں راستہ دیا۔

ماشاءاللہ مجھے اپنے بیٹے کی پسند پر فخر ہے۔چاند سی بہو لایا ہے۔اماں سائیں نے اسکا ماتھا چوما اور ہار پہنانے لگیں۔

بی بی سائیں نے اسکے دنوں ہاتھوں میں گجرے سجادیے۔

ماہانے حیران ہوتے ہوئے نانو کیطرف دیکھا وہ اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگیں۔

بی بی سائیں نے بھی آگے بڑھ کر اسکی بلائیں لیں۔

وہ چپ سادھے کھڑی رہی۔

تھک گئی ہو گی بیٹا۔آپ اسے کمرے میں لے جائیں اور آرام کرائیں بچی کافی پریشان لگ رہی ہے

ہم کھانے پر ملتے ہیں انشاءاللہ

اماں سائیں نے پیار سے اسکا گال تھپتپایا۔

ناجانے کیوں ماہا کو ان سے بہت اپنائیت محسوس ہو رہی تھی وہ انہیں دیکھ کر زرا سا مسکرائی اور نانو کے ساتھ کمرے میں آگئی۔

فرح بھی اسکے پیچھے ہولی۔

اندر آتے ہی اس نے ہار اور گجرے اتار کر ایک طرف پھینک دیے۔ن

وہ نانو اور فرح کو اپنے اوپر گزرے ایک ایک لمحے کی روداد سنا رہی تھی۔ آنسو ایک بار پھر اسکے گالوں پر بہنے لگے۔

"نانو میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ اتنی تزلیل کیوں کی گئی میری؟ میرا قصور کیا تھا؟

بس اس لیے کہ میں یوسف شاھوانی کی بیٹی ہوں؟ اور آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں میرے بابا کو قتل کیا گیا تھا؟ کیوں اتنی بڑی بات چھپائی مجھ سے؟ وہ نانو سے پوچھ رہی تھی۔"

"میری بچی میں نہیں چاہتی تھی تم کسی نفرت یا خوف کے زیرِ سایہ پلو۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے تم دیکھنا انکا انجام بہت برا ہوگا میری جان۔"

نانو نے اسے ساتھ لگایا۔

"بائیس سال گزر گئے

آج تک وہ اسی طرح دندناتے پھر رہے ہیں۔انہیں تو کچھ نہیں ہوتا۔اللہ پاک نے انہیں کیوں اتنی ڈھیل دی ہے۔؟"

وہ شکوہ کیے بنا نہ رہ سکی۔

"بیٹا ایسے نہیں سوچتے اسطرح بدگمان نہیں ہوتے دیکھو اللہ نے ہی تمہاری مدد کے لئے رایان کو فرشتہ بنا کر بھیجا نا؟اتنا پیار کرنے والے لوگ ملے ہیں تمہیں۔"

"نانو بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ماہا.،رایان بھائی ہمیں یہاں لیکر آئے تم سے ملوایا ورنہ ہم تو تمہیں ہمیشہ کے لئے کھو چکے تھے۔"

فرح نے نانو کی تائید کی لیکن ماہا کچھ سمجھنے کو تیار ہی نہ تھی۔

"رایان رایان رایان !کان پک گئے ہیں میرے یہ نام سن سن کر۔تم.سب کچھ نہیں جانتے اسکی اصلیت کیا ہے۔اگر اتنا اچھا ہوتا تو مجھے یرغمال بنا کر یوں وہاں قید نہ رکھتا مجھ پر

ہاتھ نہ اٹھاتا میرے بابا کو بے غیرت نہ کہتا، اسی وقت وہاں سے چھڑا کر مجھے، تم لوگوں کے پاس لیکر آتا نا؟"

نانو اور ماہا اسکی بات سن کر ایکدم خاموش ہو گییں۔

"کیا واقعی رایان بھائی نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا؟"
فرح نے بے یقینی سے دریافت کیا۔

"ظاہری بات ہے تمہیں لگ رہا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"؟ ماہا نے چڑتے ہوئے کہا

فرح عجیب کشمکش کا شکار ہوئی۔

"بیٹا اگر وہ برا ہوتا تو ہمیں یہاں تک کیوں لاتا؟ وہ فطرتاً برا نہیں ہے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہو گا تب ہی تمہیں یہاں لے آیا۔"

نانو نے اسے ایک بار پھر سمجھانا چاہا۔

"نانو پلیز مجھے کچھ دیر آرام کرنے دیں اور بس چلیں یہاں سے میں ہرگز اسکے ساتھ نہیں رہوں گی اسے کہہ دیں طلاق دے کر جان چھوڑے میری بس۔"

نانو اسکے منہ سے طلاق کا لفظ سن کر بلکل خاموش ہو گئیں انہیں ماہا سے اس انتہائی قدم کی امید نہیں تھی۔

فرح بھی مایوس ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی،

"میں امی کو دیکھوں زرا۔" وہ کہتے باہر نکلی

اور دروازے پر کھڑے رایان سے ٹکرا گئی، اسکی شکل بتا رہی تھی کہ وہ ماہا کا لفظ لفظ سن چکا تھا۔

فرح بری طرح بوکھلا گئی۔

"وہ وہ ماہا کی طبیعت زرا اپ سیٹ ہے۔"

رایان ایک بھی لفظ کہے بغیر حویلی سے نکل گیا۔اور گاڑی سٹارٹ کردی

"وہ مجھ سے طلاق چاہتی ہے.." بار بار ماہا کی آواز اسکے کانوں میں گونجتی۔

وہ سپیڈ اور بڑھا دیتا، گاڑی بھگاتا انجانے میں کب شاھوانی قبیلے کیطرف نکل گیا اسے پتہ نہ چلا۔

ماہا کی آنکھ شور کی آواز سے کھلی تھی۔

ہر طرف واویلا مچا تھا۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

نانو'اس نے پکارا۔ لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا باہر سے '

عورتوں کے رونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

اسکا دل بری طرح گھبرایا۔ کسی انہونی کے احساس نے اسے گھیر لیا۔

وہ باہر بھاگی۔

عورتوں کا جھمگٹا اکھٹا تھا اور وہ سب رو رہی تھیں۔ اماں سائیں، بی بی سائیں سکتے کے عالم

میں ایک کونے میں بیٹھی تھی۔

ماہا کا دل بیٹھا جا رہا تھا ٹانگیں بری طرح لرز رہی تھیں۔

عورتوں کو دھکیلتے ہوئے آگے ہوئی تو سب نے اسے دیکھتے ہی فوراً راستہ دے دیا۔

ہائے ابھی تو شادی کو ہفتہ بھی نہ ہوا تھا"۔"

کسی کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

وہ کانپ کر رہ گئی۔

کیا ہوا ہے"؟"

چلاتے ہوئے آگے بڑھی اور جو منظر دیکھا وہ اسکی جان نکالنے کے لیے کافی تھا۔

وہ وہیں زمین پر ڈھے گئی۔

رایان خون سے لت پت پڑا تھا۔اسکے اوپر سفید چادر دی گئی تھی۔

فرح اسکے قریب آئی اور لپٹ گئی۔

رایان بھائی اس دنیا میں نہیں رہے۔وہ بری طرح رو رہی تھی۔.ماہا کو لگا ایک بم ہے جو اس پر پھٹا ہے۔

رایان 'اٹھو پلیز! تم مجھے ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔

رایان۔

وہ اسکے چہرے پر جھکی اپنی تمام تر قوتوں سے چلا رہی تھی۔

میں نہیں رہ سکوں گی تمہارے بغیر۔

رایان۔

اسکا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔

کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔اس نے آنکھیں کھول دیں۔

کیا ہوا ہے تم. ٹھیک تو ہونا؟

فرح اسکے سرہانے کھڑے پوچھ رہی تھی۔

اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا وہ بیڈ پر تھی۔

"فرح! رایان کہاں ہے؟ مجھے رایان کے پاس لے چلو۔"

اس نے بے قراری سے کہا۔

وہ پوری طرح پسینے سے شرابور تھی۔

ماہا میری جان کیا ہوا ہے تم ٹھیک تو ہونا؟ یہ لو پانی پیو تم نے شاید کوئی برا خواب دیکھا ہے۔

فرح نے اسکی حالت دیکھتے ہوئے کہا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس بڑھایا۔

نہیں مجھے نہیں پینا۔ پلیز مجھے بتاو ارایان کہاں ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے نا؟ وہ روہانسی ہوئی۔
اس خواب نے صحیح معنوں میں اسکی جان نکال دی تھی۔

انہوں نے تمہاری طلاق لینے والی بات سن لی تھی اور اسی وقت سے باہر ہیں واپس نہیں آئے۔

فرح نے وال کلاک کی طرف نظر ڈالتے ہوئے فکر مندی سے کہا جو رات کا ڈیڑھ بجا رہی تھی۔

ماہا یہ سنتے ہی کمرے سے باہر بھاگی تھی۔فرح بھی اسکے پیچھے گئی۔

فرح پلیز کال کرو رایان کا پتہ کرو۔ماہا چلا رہی تھی۔

وہ باہر آئی تو اماں سائیں کو بھی پریشان پایا۔
رایان کو گئے ہوئے 5 گھنٹے ہونے والے تھے اور اسکا فون اٹینڈ نہیں ہو رہا تھا۔
ماہا انکے پاس ہی آ گئی۔
پلیز چلیں ہم باہر چل کر پوچھتے ہیں کسی سے"۔"
اس نے بے تابی سے کہا۔

بیٹا، دینو کو بھیجا ہے۔وہ رایان کے پیچھے ہی گیا ہے"۔"
انکے لہجے میں بھی پریشانی واضح تھی۔

تب ہی فواد بھائی اندر آئے وہ رایان کا پتہ کرنے باہر گئے تھے۔

کیا ہوا کچھ پتہ چلا؟"سب انکی طرف لپکے۔"

انکے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی

رایان کو آخری دفعہ شاھوانی قبیلے میں دیکھا گیا ہے"۔"

کیا؟؟ وہ وہاں کیوں گیا"؟"

اماں سائیں تقریباً چیخ اٹھیں۔

"فوراً گاڑی نکالو مجھے وہاں لے چلو۔"

انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں بھی ساتھ چلوں گی"

ماہا بھی فوراً کھڑی ہوئی۔"

اس نے فرح کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا تھا وہ ابھی تک خواب کے زیر اثر، بری طرح کانپ رہی تھی۔

وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کیوں رایان کے لیے اتنا تڑپ رہی ہے اسے ہمیشہ کے لیے کھو دینے کا خیال اسکی جان نکال رہا تھا۔

میں بابا کو بتا کر آتا ہوں۔" فواد نے کہا۔"

نہیں بیٹا ابھی کسی کو پریشان مت کرو ہم دیکھتے ہیں چل کر۔

"اس علاقے میں ویسے بھی زیادہ لوگوں کا جانا ٹھیک نہیں۔

اماں سائیں نے اپنی چادر کو جسم کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔

فواد نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی لینے باہر چلا گیا وہ سب بھی اسکے ساتھ ہو لیے۔

ایک جیپ میں گارڈز بھی ہمراہ تھے۔

رایان کے کانوں میں مسلسل ماہا کی آواز گونج رہی تھی میں اکبر شاھوانی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا وہ نا صرف میرا بلکہ ماہا کا بھی گنہگار ہے۔انہیں لوگوں کی وجہ سے آج وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہے۔ مجھ سے طلاق لے کر دور چلی جائے گی وہ۔

وہ سپیڈ میں گاڑی بھگاتا ہوا شاھوانی قبیلے پہنچ چکا تھا۔

ملک شاھو کی حویلی سامنے نظر آرہی تھی اس نے گاڑی کا رخ حویلی کی جانب کیا ہی تھا کہ ایک زوردار دھاکہ ہوا اور شان و شوکت سے سجی وہ حویلی زمین بوس ہوتی نظر آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ملبے کو آگ نے لپیٹ میں لے لیا

رایان نے خود کو بچانے کے لیے ایکدم گاڑی موڑ دی لیکن سپیڈ میں ہونے کی وجہ سے سنبھالنا مشکل ہو گیا اور درخت میں جا ٹکرائی

ونڈ سکرین ٹوٹ کر اسکے سر پر لگی اور وہ ہوش کھوتا رہا۔

وہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا حویلی کا نام و نشان مٹ رہا ہے ہر طرف آگ ہی آگ ہے جسکے شعلے آسمان تک بلند ہو رہے ہیں بہت سے لوگ آگ بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں فائر بریگیڈ اور ایمبولینس پہنچ چکی تھیں۔

آگ بہت بری طرح لگی تھی

حویلی کا ایک فرد بھی نہ بچ سکا۔

کوئی کہ رہا تھا

سیلینڈر پھٹنے اور شارٹ سرکٹ ہونے کی وجہ سے دھماکہ ہوا جسکی تاب نہ لاتے ہوئے پوری حویلی نا صرف زمین بوس ہو گئی بلکہ جل کر راکھ ہو رہی تھی

ماہا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

واقعی نانو ٹھیک کہہ رہی تھیں۔"

خدا کی لاٹھی بے آواز ہے"۔

اماں سائیں کے دل میں بھی اطمینان اتر رہا تھا۔

میں نے اپنا انتقام اپنے رب پر چھوڑا تھا۔"

بے شک وہ بہترین انتقام . لینے والا ہے"۔

انہوں نے ماہا کے قریب آتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بے شک !"۔"

اس شان و شوکت سے سجائی گئی عظیم .الشان حویلی میں رہنے والے ظالم فرعون اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ رہے تھے۔

سائیڈ پر ہٹ جائیں"۔"

اسٹریچر پر ملک شاھو کی جلی ہوئی لاش لادے کچھ بندوں نے اسے پیچھے کیا۔اور ایمبولینس کیطرف بڑھنے لگے

ملک شاھو کے چہرے پر نگاہ ڈالنا بھی مشکل ہو رہا تھا وہ ایکدم جھرجھری لیتی پیچھے ہٹی۔
اور تیزی سے آتے ہوئے فواد میں ٹکرا گئی۔

رایان کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔کافی چوٹیں آئی ہیں۔"
ادھر ہی قریبی ہسپتال میں لے کر گئے ہیں۔
جلدی چلیں"۔

فواد بھائی نے پھولی ہوئی سانس بحال کرتے ہوئے کہا۔
ایکسیڈنٹ کا سنتے ہی وہ ششدر رہ گئی۔
اماں سائیں کی حالت بھی غیر ہونے لگی
جلدی چلو فواد"

میرا بچہ نجانے کس حال میں ہو گا؟ یا اللہ اپنی پناہ میں رکھنا

اب اور دکھ سہنے کی ہمت نہیں مجھ میں"۔

وہ رو رہی تھیں۔

فواد انہیں سنبھالتے ہوئے کار کیطرف بڑھ گیا

جبکہ ماہا پر سکتہ طاری تھا

فرح میرے رایان کو کچھ نہیں ہو گا نا؟ میرا خواب جھوٹا ہے"

نا؟"

اس نے فرح کا ہاتھ تھامتے ہوئے تصدیق چاہی۔ وہ بہت ڈر رہی تھی۔

کچھ نہیں ہو گا انہیں۔ فرح نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے"

تسلی دی۔"

▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬ ▬

رایان کے ایکسیڈنٹ کا سنتے ہی لاشاری حویلی موجود باقی سب لوگ بھی ہسپتال پہنچ چکے تھے۔

اس کا علاج چل رہا تھا۔کافی خون بہ گیا تھا۔سر پر چوٹیں آئیں تھیں۔اور وہ ہوش میں نہیں آ رہا تھا۔

دوسری طرف ماہا کی تڑپ دیکھی نہ جاتی۔وہ جائے نماز پر بیٹھی زار و قطار روئے جا رہی تھی اور
گڑ گڑا کر اپنے رب سے بس رایان کی سلامتی مانگ رہی تھی..

اتنی دیر میں ڈاکٹر باہر آ گیا۔

انہیں ہوش آگیا ہے آپ لوگ مل سکتے۔ لیکن زیادہ رش نہ "

ڈالیں انہیں ابھی آرام کی ضرورت ہے۔ وہ دواوں کے زیر اثر ہیں"۔

تاکید کرتا ہوا وہ دوسرے وارڈ کیطرف بڑھ گیا۔

الحمدللہ "ماہا کی جان میں جان آئی تھی"

وہ شکر کے سجدے میں گر گئی۔

رایان نے اماں سائیں کے اندر آتے ہی پہلا سوال یہی کیا تھا۔

"ماہا کہاں ہے؟ کیا مجھے چھوڑ کر چلی گئی وہ؟"

نہیں میری جان وہ تیری بیوی ہے تجھ سے بہت پیار کرتی ہے

تجھے کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہے؟

بس تو ٹھیک ہو جا جلدی سے میرا بچہ! کوئی تجھے چھوڑ کر نہیں جا رہا"۔

انہوں نے رایان کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

اس نے آنکھیں موندلیں،اسے اماں سائیں کی بات سے تسلی نہ ہوئی بس وہ خاموش ہو گیا۔

،بی بی سائیں،نانو،عالیہ بیگم،چاچو،چچی راشدہ

فواد بھائی،اور یہاں تک کے آمنہ ثانیہ بھی باری باری اس سے مل آئے تھے لیکن وہ اندر نہ جارہی تھی۔

"بیٹا وہ بہت بار تمہارا پوچھ چکا ہے جاو جا کر مل کر آو۔"

اماں سائیں نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

ہاں بیٹا جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔نانو نے بھی تائید کی۔

وہ بے چارگی سے فرح کی طرف دیکھنے لگی۔

جو ماہا کی یہ حالت دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

آجاو میں لے جاتی ہوں ہماری لڑکی شرما رہی ہے"۔"

فرح نے کہااور ساتھ ہی ماہا کا بازو پکڑتی اندر کیطرف بڑھی۔

شرماتی تو ہماری لڑکی بھی بہت ہے ویسے "۔"

فواد کی دھیمی آواز اسکے کام میں پڑی تو وہ جھینپ گئی۔

یہ لیں جی آپکی شرمیلی زوجہ محترمہ حاظر خدمت ہیں"۔"

فرح نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ماہا دروازے میں ہی رک گئی، اسکا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ اسکے پاس جانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

رایان نے فوراً آنکھیں کھولدیں۔

ماہا کو دیکھ کر اسکے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ سہارا لیتا ہوا اٹھ کر بیٹھنے لگا۔

اندر آجاؤنا۔ رایان بھائی آپ کو پتہ ہے ابھی کچھ دیر پہلے تو محترمہ کی جان پر بنی ہوئی تھی

فرح میرے رایان کو کچھ ہو گا تو نہیں؟

فرح نے شوخ لہجے میں ماہا کو چھیڑتے ہوئے اسکی نقل اتاری۔

اسکے گالوں پر لالیاں بکھر گئیں وہ فرح کے اسطرح رایان کے سامنے کہنے پر بری طرح خجل ہوئی تھی۔اس سے ایک منٹ بھی وہاں نہ رکا گیا اور دھڑکتے دل سے باہر بھاگ گئی۔

کیا واقعی؟؟رایان کی تو جیسے زندگی لوٹ آئی تھی۔

تم سچ کہ رہی ہو فرح؟اس نے خوشی سے چور ہوتے لہجے میں پوچھا،

ایکدم سچ"۔"

فرح مسکرادی۔

اب آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں، بڑوں میں آپ دونوں کے"

"باقاعدہ ولیمے پلس رخصتی کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اس نے رازدانہ انداز میں بتایا تو رایان بھی مسکرادیا،

میں بلکل ٹھیک ہو گیا ہوں"۔اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔"

وہ واقعی بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔

اور پھر یہی ہوا شام تک وہ ڈسچارج ہو کر حویلی آ گیا تھا۔

رایان دواوں کے زیر اثر نیند میں ہونے کے باوجود بھی بار بار رخصتی اور ولیمے پر اثرار کرتا جا رہا تھا۔

جیسے ماہا واقعی بھاگ جائے گی۔

سب اسکا یہ حال دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔

اور یہی حالت دیکھ کر فیصلہ کیا گیا کہ کل ہی چھوٹی سی تقریب رکھ کر دونوں کی رخصتی کر دی جائے۔

ماہا تو کمرے میں بند تھی نا جانے کیوں وہ اسکا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔وہ ٹھیک ہو گیا تھا تو اسکی بھی جان میں جان آ گئی تھی۔

لیکن اسکے سامنے جانے کا سوچ کر ہی اسکی دھڑکن بڑھنے لگتی۔

فرح، آمنہ اور ثانیہ اسکے پاس ہی ڈیرہ جمائے بیٹھی تھیں۔ وہ اسے خوب چھیڑ رہی تھیں ماہا کے چہرے پر لالیاں بکھر رہی تھیں۔

تب ہی دروازے پر دستک ہوئی کون ہے؟ ماہا نے پوچھا۔

رایان بھائی آجائیں اندر آجائیں ماہا آپی یہیں ہیں"۔"

ثانیہ نے

اسے چڑاتے ہوئے آواز لگائی تو وہ فوراً بیڈ سے چھلانگ لگاتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

تینوں نے اجتماعی قہقہہ لگایا وہ حیران پریشان انہیں دیکھنے لگی۔

اتنا ڈرتی ہو آپی کل کیا کریں گی؟ آمنہ نے اسکی حالت سے "

لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

میں تم تینوں کو کچا چبا جاوں گی"۔ اس نے دانت پیستے"

جواب دیا اور ساتھ ہی دروازے سے اندر داخل ہونے والے افراد کو دیکھ کر چہرے کے زاویئے درست کیے تھے۔

فرح منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی روکنے لگی۔

اماں سائیں اور بی بی سائیں اندر داخل ہوئیں انکے پیچھے کچھ ملازمائیں بھی تھیں۔

جنکے ہاتھوں میں بڑے بڑے تھال تھے۔

اماں سائیں اور بی بی سائیں کو آتا دیکھ کر تینوں لڑکیاں احتراماً کھڑی ہو گئیں، ماہا تو پہلے سے ہی اٹینشن تھی۔

جیتی رہو میری بچیوں"۔"

دونوں نے آگے بڑھ کر انکے سر پر پیار کیا پھر ملازموں سے مخاطب ہوئیں۔

یہ سامان یہاں رکھ دو۔"

اس میں مہندی، تم تینوں کے کپڑے اور کچھ شگن کی چیزیں ہیں۔

تم لوگ ماہا کو تیار کرواؤ اور خود بھی تیار ہو کر جلدی سے باہر آجاؤ چھوٹی سی مایوں کی رسم کرنی ہے"۔

بی بی سائیں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جججی ابھی"؟"

ماہا نے ہکلاتے ہوئے کہا اسکا بی پی لو ہونے لگا

جی میری جان ابھی۔ ہم اپنی ہونے والی بہو کے ہر چاہ پورے کریں گے"۔اماں سائیں نے آگے بڑھ کر اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔

ہم باہر کا انتظام دیکھتے ہیں"۔"

انہوں نے بی بی سائیں کو مخاطب کیا اور دونوں باہر چلی گئیں۔

ماہا بہت نروس ہو رہی تھی۔

فرح مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔اور یہ سب اتنا ایمرجنسی میں کیوں ہو رہا ہے؟ نانو کہاں ہیں

وہ روہانسی ہوئی۔

میری جان ڈرو نہیں وہ آلریڈی آپ کے مسٹر ہسبنڈ ہیں جنکے ساتھ کل تک آپ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے لڑ رہی تھیں۔

اب تو بس ہم. اپنے ارمان پورے کر رہے ہیں۔

فرح نے آمنہ کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

اچھا بس کریں نا فرح آپی! دیکھیں تو صحیح ماہا آپی کتنی نروس ہو رہی ہیں۔

۔آپ پلیز ریلیکس ہو جائیں ابھی رایان بھائی نہیں ہونگے باہر

ثانیہ نے اسے حقیقی معنوں میں تسلی دی۔

اسے کچھ ڈھارس ہوئی۔

نانو کہاں ہیں "؟"

اس نے دوبارہ پوچھا۔

وہ ماما اور چچی کے ساتھ حویلی کے دوسرے حصے میں"

رایان بھائی کے پاس ہیں۔

چاچو اور فواد کا بھی بتا دیتی ہوں۔وہ رایان بھائی کے لیے کچھ شاپنگ کرنے گئے ہیں آخر

ہمارا بھی کچھ فرض بنتا ہے اپنے بھائی کے لیے چیزیں لینے کا۔"فرح نے میز پر سجے تھالوں

کیطرف اشارہ کرتے ہوئے ایک ہی سانس میں کہا۔

آج 'فواد' کے ساتھ بھائی نہیں لگایا گیا تھا۔

"واووو یار یہ تو بہت خوبصورت ہیں۔"

آمنہ ایک تھال کیطرف بڑھی۔

واقعی اور یہ تو دیکھیں ان پر ہمارے نام بھی لکھے ہیں۔"

ثانیہ نے تھال کے اوپر لگی چٹ کیطرف اشارہ کیا۔

ہائے میرا تھال دکھاو مجھے اب کے فرح بھی بے صبری ہوئی۔

سارے تھال دیکھ لیے لیکن اسکا تھال کہیں نہیں تھا۔

وہ افسردہ ہوئی۔

یہ کیا بات ہوئی بھلا؟

رایان بھائی سے بات نہیں کرونگی میں۔اپنی اکلوتی سالی کے لیے ہی کچھ نہیں بھیجا۔

تم میرا ڈریس پہن لینا ماہا نے ہنستے ہوئے کہا۔

ماہا آپی ویسے آپکو کیا لگتا ہے؟فرح آپی کا تھال دینا بھول گئے ہوں گے رایان بھائی؟آمنہ نے سوال داغا۔

بھئی مجھے کیا پتہ؟اور تم لوگوں کو کیا لگتا ہے اس نے"

خود بیٹھ کر تھال بنائے ہیں...؟

وہ اچھا خاصا چڑی تھی۔

تب ہی نانو، عالیہ بیگم، چاچو اور چچی راشدہ اندر داخل ہوئے۔ انکے ہاتھوں میں مٹھائی اور ایک بڑا سا تھا۔

چچی نے آگے بڑھ کر فرح کا ماتھا چوما اور اسے مٹھائی کھانے لگیں، آج سے یہ پیاری سی گڑیا ہماری ہوئی۔

فرح حیران و پریشان کھڑی عالیہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

وہ اسکے پاس آگئیں۔ جی میرا بچہ آپ کے بابا اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج ماہا کے ساتھ تمہاری اور فواد کی بھی باقاعدہ بات پکی کر دی جائے آپ کی چچی فواد کے نام کی انگوٹھی پہنانا چاہتی ہیں پھر جب آپکے بابا آئیں گے تو نکاح کر دیں گے۔ وہ مسکرائی تھیں

عالیہ بیگم، فواد کے لیے اسکی پسندیدگی محسوس کر چکی تھیں اس لیے آسانی سے یہ فیصلہ لے لیا۔

لیکن اچانک اتنا سب کچھ ہونے پر اب وہ بھی بری طرح کنفیوز ہو رہی تھی۔

چاچو اور چچی نے آگے بڑھ کر اسکے سر پر پیار کیا۔

بچیوں اب جلدی سے اپنی بھابھی اور ماہا آپی کو تیار کروا کر باہر آجائیں۔ ہم باقی تیاریاں دیکھتے ہیں۔

چاچو نے کہا اور باہر نکل گئے چچی راشدہ نے بھی انکی پیروی کی۔

نانو اور عالیہ بیگم چاروں لڑکیوں کو مٹھائی کھلا کر پھر باہر نکلیں۔ انکے چہرے سے حقیقی خوشی چھلک رہی تھی

ماہا نانو کو اسطرح خوش دیکھ کر بہت پر سکون ہو گی تھی

اور اب وہ فرح کی شکل دیکھ کر ہنستی جا رہی تھی۔

پھر کیسا لگا میری جان""؟"

اب کی بار تنگ کرنے کی باری ماہا کی تھی۔

ماہا کی بچی زیادہ خوش نہ ہو"۔فرح چلائی۔"

اچھا پلیز، پلیز اب آپ دونوں باقی کی لڑائیاں اپنے اپنے"
پارٹنرز کے سارتھ کریے گا
اب جلدی سے تیار ہوتے ہیں"۔

آمنہ نے صلح جو لہجے میں کہا
توثانیہ فوراً ہی تھال کھول کھول کر کپڑے نکالنے لگی۔

ہلکے سبز کامدار فراک پر لائیٹ پنک اور زرد رنگ کا حسین امتزاج تھا۔

سر پر لائٹ پنک دوپٹہ، جسکا بارڈر نفیس کام سے بھرا ہوا تھا، کانوں میں تازہ پھولوں کی بالیاں سجائے اور دونوں کلائیوں میں بھر بھر کر زرد رنگ کی چوڑیاں پہنے ماہا تیار تھی۔

فرح بھی ٹی پنک اور گرے فراک پہنے۔ سر پر پنک کامدار دوپٹہ اور کانوں میں نفیس جھمکے کی سجائے بلکل تیار کھڑی تھی۔

اب وہ دونوں قد آور آئینے کے آگے کھڑی خود کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ دونوں ہی بلاشبہ بہت حسین لگ رہی تھیں۔

آمنہ اور ثانیہ اب انکی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھیں

ماشاءاللہ بہت روپ آیا ہے آپ دونوں پر سچی! بغیر کسی "
"میک اپ کے ہی اتنا کھل رہی ہیں۔

آمنہ نے ایک بھرپور نظر دونوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

ثانیہ نے بھی اسکی تائید کی۔

"واقعی میں نے آج تک اتنا روپ نہیں دیکھا کسی دلہن کا۔"

اس نے بڑی بیبیوں کی طرح کہا تو سب ہی ہنس دیے۔

"جلدی کرو بیٹا اور کتنی دیر ہے؟"

نانو اور عالیہ بیگم اندر داخل ہوئیں اور پھر ان دونوں کو دیکھتی رہ گئیں۔

"ماہا فرح ماشاءاللہ ! تم دونوں بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

نانو نے آگے بڑھ کر دونوں کی بلائیں اتاریں۔

عالیہ بیگم نے فٹافٹ بیگ سے پیسے نکال کر ان پر سے وارے تھے۔

میری بچیاں! ساتھ کھیلتے کھیلتے کب اتنی بڑی ہو گئیں پتہ "

"ہی نہیں چلا۔

نانو نے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

عالیہ بیگم بھی غمگیں ہو گییں۔

ماہا تو ویسے ہی کافی دیر سے اپ سیٹ تھی۔اب نانو سے

جدائی کا خیال آیا تو بھی روہانسی ہو گئی۔نانو نے اسے گلے لگالیا۔

تب ہی دروازے پر دستک ہوئی اور فواد کی اینٹری ہوئی۔

"اہم ہم... کیا میں اندر آسکتا ہوں۔؟"

ڈارک براون کرتا شلوار اور کندھوں پر اجرک پھیلائے وہ بہت جچ رہا تھا۔

اس نے کنکھیوں سے فرح کو دیکھنے کی کوشش کی۔ جو اس کے اندر داخل ہوتے ہی بری طرح گھبرائی تھی اور اب پاس پڑی چادر پکڑے گھونگٹ منہ تک کھینچنے لگی، کیونکہ اپنا دوپٹہ توپِن کی مدد سے سر پر ایسا فکس تھا کہ ہلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"بھائی آپ آلریڈی اندر آ چکے ہیں"

۔ثانیہ نے ہنستے ہوئے چھیڑا۔

تو وہ خجل ہوا۔

وہ اصل میں نا میں آپ دونوں کو بتانے آیا تھا کہ باہر وہ"

دولہا میاں آ چکے ہیں۔ سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔

اچھا جی؟ زرا صبر تو نہیں ہوا نا دولہا میاں سے "؟"

عالیہ بیگم نے آگے بڑھ کر پیار سے اسکے کان کھینچے۔

چلو تم، آرہے ہیں ہم۔"انہوں نے پیار سے اسکا گال تھپتھپایا۔* "

وہ سائیڈ پر ہوتا، آمنہ کے پیچھے چھپی فرح کو دیکھنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

ماہا اور نانو بھی اسکی بے تابی دیکھ کر ہنس دیں۔

آجاؤ عالیہ انہیں لیکر باہر چلیں"۔"

نانو نے کہا تو عالیہ بیگم اثبات میں سر ہلاتے آگے بڑھیں اور مایوں کے لیے خاص بنے پیلے دوپٹے سے ماہا کو اچھی طرح گھونگھٹ دیا۔

مجھے کوئی گھونگھٹ نہیں ملے گا؟ میں کس چیز میں چھپوں گی؟ فرح نے گھبراتے پوچھا۔

جب آپکو مایوں بٹھائیں گے پورا مہینہ چھپا کر رکھیں گے۔ٹھیک ہے؟

آجاو اب چلیں عالیہ بیگم نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے پیار کیا اور باہر لیجانے لگیں۔ آمنہ اور ثانیہ بھی ساتھ ہو لیں۔

ماہا اور فرح نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھام . لیا۔

وہ بہت نروس ہو رہی تھیں۔

حویلی کو دلہن کیطرح سجایا گیا تھا۔

ھال میں ہر طرف گیندے کے پھولوں کی لڑیاں سجی تھیں۔

بیچ میں چادر بچھا کر سائیڈ پر رنگین کشنز رکھے تھے۔

ایک طرف صوفے سجے تھے اور سٹیج کی شکل دی گئی تھی۔ایک پر رایان اور فواد بیٹھے تھے

اور دوسرا ان دلہنوں کے لیے سجایا گیا تھا۔

وہ دونوں سٹیج کے قریب آئیں تو اماں سائیں اور بی بی سائیں فوراً انکی طرف بڑھیں

گھونگھٹ اٹھا کر انکی بلائیں لیں۔اور پیسے وار کر پیچھے کھڑے ملازمین کو پکڑا دیے۔

ماہا کا گھونگھٹ اٹھا تو اس نے دیکھا سامنے ڈارک بلیو شلوار قمیض میں ملبوس کندھوں پر

آف وائٹ چادر ڈالے رایان، قیامت ڈھا رہا تھا۔

دونوں کی نظریں ٹکرائیں،اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ماہا نے فوراً نظریں جھکا لیں۔

رایان اسکے اسطرح نظریں جھکا لینے پر مسکرا دیا۔

اتنی دیر میں چچی راشدہ بھی آگیں اور دونوں کے سر پر پیار کرتیں انہیں سٹیج کیطرف لے گئیں۔

ماہا اور فرح ایک صوفے پر جبکہ رایان اور فواد تھوڑا سا دور دوسرے صوفے پر براجمان تھے۔

آمنہ اور ثانیہ باقی لڑکیوں کے ساتھ سٹیج کے قریب ہی دائرہ بنا کر بیٹھ گئیں۔

ادھر فواد کی نظریں تو جیسے فرح پر ہی جم گئی تھیں۔

کیا ہوا برخوردار؟"

چاچو نے اسکے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تو"

وہ فوراً سیدھا ہوا۔

میرا خیال ہے اب رسمیں شروع کیجائیں"۔"

عالیہ بیگم نے کہا

۔"جی جی ضرور"۔

چچی راشدہ نے بھی تائید کی۔

نانو، فرح کو وہیں لے آئیں جہاں فواد اور رایان بیٹھے تھے، رایان فوراً اسے جگہ دیتے ہوئے کھڑا ہوا۔

فرح، فواد کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ فواد کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔

"چلیں جی بسم اللہ کریں۔"

بی بی سائیں اور اماں سائیں بھی اس طرف آ گئیں۔

آمنہ نے فرح کے بابا کو سکائپ کال پر ساتھ لیا

یہ لیں ہماری طرف سے انگوٹھی آپ پہنائیں گی"۔ چاچو نے"
انگوٹھی نکالتے ہوئے اماں سائیں کیطرف بڑھادی۔

نہیں نہیں میں کیسے ؟ آپ پہنائیں"۔"
انہوں نے ہچکچاتے ہوئے
جواب دیا۔

آپ ہم سب کی بڑی ہیں آپ پہنائیں گی تو ہمیں بہت اچھا"
لگے گا۔"
چچی نے اپنائیت بھرے لہجے میں کہا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہلادیا۔

کوئی ہم سے بھی تو پوچھ لے ہمیں کیا اچھا لگے گا"۔"
فواد نے آہستہ سے کہا، فرح مزید سمٹ گئی۔

اماں سائیں آگے بڑھیں، "لاو بیٹا اپنا ہاتھ آگے کرو"۔فرح نے کانپتے ہوئے دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔

سب ہنس پڑے۔اماں سائیں نے پیار سے اسکا بائیاں ہاتھ پکڑا اور تیسری انگلی میں فواد کے نام کی وہ پیاری سی انگوٹھی سجا دی۔

یہ لیجیے یہ آپ پہنا دیجیے۔

عالیہ بیگم نے جھٹ سے انگوٹھی نکال کر بی بی سائیں کیطرف بڑھا دی۔

فواد نے بڑی پھرتی سے ہاتھ آگے کیا تھا۔

سب ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس دیے۔

بہت بہت مبارک ہو"۔"

سب ایک دوسرے کو مبارک باد دینے میں مصروف ہو گئے رایان موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ دور صوفے پر بیٹھی ماہا کیطرف بڑھا ہی تھا کہ ناجانے کہاں سے ثانیہ سامنے آ گئی

۔

اہمم اہمم کدھر چلے دولہا بھیا"؟"

وہ راستہ روکے کھڑی تھی۔

کہیں بھی نہیں۔وہ میں یہ مٹھائی انہیں.. ک"

دینے جا رہا تھا"۔

وہ بری طرح پزل ہوا اسے لگ رہا تھا سب فواد اور فرح کے ساتھ مصروف ہیں وہ دو پل ماہا سے بات کر لے گا۔

ثانیہ نے قہقہ لگایا۔

اچھا جی ماہا آپی کو تو مٹھائی سے الرجی ہے لائیں مجھے"

"دے دیں۔

ثانیہ نے اسکے ہاتھ سے گلاب جامن پکڑتے ہوئے کہا اور کھانے لگی۔ وہ نا سمجھی کے عالم میں کھڑا رہا۔ ماہا گھونگھٹ اوڑھے بیٹھی تھی اس لیے اسکی شکل تو نا دیکھ سکی لیکن باتیں سن کر اچھا خاصا محظوظ ہو رہی تھی

تب ہی نانو آ گئیں اب سب کا رخ انہیں کیطرف تھا

آ جاو رسمیں شروع کریں۔ رایان کہاں ہے"

آپ یہاں کیوں کھڑے ہو آو بیٹھو نا بیٹا"۔

انہوں نے رایان کا بازو پکڑا اور ماہا کے ساتھ بٹھا دیا۔

اسکی تو جیسے عید ہی ہو گئی۔

ماہا کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

وہ خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

رسموں کا آغاز ہو چکا تھا۔سب باری باری آکر دونوں کو مہندی لگاتے اور مٹھائی کھلا رہے تھے۔

رایان کے چہرے سے خوشی سے ٹپک رہی تھی۔

اس نے آہستہ سے سامنے دیکھتے ہوئے ماہا سے پوچھا۔

تم .خوش تو ہو نا"؟"

وہ کچھ نا بولی گھونگھٹ اوڑھے مسکراتی رہی۔

اچھا سر ہی ہلا دو"۔"

وہ اب بھی چپ رہی۔

"تم ماہا ہی ہو نا؟ کہیں میری دلہن بدل تو نہیں گئی۔"

ماہا نے اسکے ہاتھ پھر زور سے چٹکی بھرلی۔

آہ! وہ کراہتے ہوئے ہاتھ مسلنے لگا۔

کیا ہوا بیٹا؟ قریب کھڑی نانو نے گھبرا کر پوچھا۔"

کچھ نہیں وہ بس زرا پن چبھ گئی تھی۔صوفے پر رکھ دی"

"تھی کسی نے میں نے پھینک دی۔

اس نے انہیں صفائی پیش کی۔

ماہا اسکی بات سن کر کھلکھلائی۔

اوہ اچھا دھیان کر و بیٹا"۔"

"اب یقین ہو گیا یہ میری والی ہی ہے۔"

رایان نے صوفے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

ماہا ہنس دی۔

امی میں نہیں یہاں پر سڑ کر بیٹھ رہی آخر میری بیسٹ"

"فرینڈ کی شادی ہو رہی۔

فرح نے ماہا سے کچھ دور رکھے صوفے پر بیٹھے ہوئے منہ بسورتے ہوئے عالیہ بیگم کے کان

میں سرگوشی کی جو فواد نے سن لی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتیں فواد بولا۔

جی بلکل صحیح بات ہے ہم نے بھی انجوائے کرنا ہے۔آجائیں "

جلدی سے "۔یہ کہتا فرح کا ہاتھ تھاماوہ تیزی سے ماہا اور رایان کیطرف بڑھ گیا۔

فرح حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئ۔عالیہ بیگم بھی مسکرادیں اور انکے پیچھے چل پڑیں.سب بڑے قریب رکھ صوفوں پر بیٹھ گئے تھے۔

فواد فرح کا ہاتھ پکڑے ماہا اور رایان کے قریب رکھے کاوچز پر بیٹھ گیا۔

اوئے ہوئے یہ کپل بھی آگیا"۔"

ثانیہ نے انہیں چھیڑتے ہوئے کہا تو سب ہنس دیے۔

"آجاؤ بھئی لڑکیوں مہندی لگاواب ہماری دلہنوں کو۔"

اب کی بار عالیہ بیگم بچیوں سے مخاطب ہوئیں

وہ سب تو جیسے منتظر تھیں۔

فوراً مہندی لئے انکے پاس آ گئیں۔اور نیچے ہی بیٹھ گئیں۔

ماہا نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو رایان فوراً بولا

بھر بھر کر مہندی لگانا میری بیوی کو۔

اوے ہوے۔۔۔۔سب بلند آواز سے اسے چھیڑنے لگے۔وہ جھینپ گیا۔

ماہا کی ہتھیلی پر اب بھی رایان کا نام واضح تھا۔وہاں سے ہاتھ جلا ہوا تھا۔

میں اسکو ڈیزائن میں چھپا دوں گی"۔"

اس لڑکی نے بہت

مہارت سے مہندی لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں نہیں اسکو ایسے ہی رہنے دیں پلیز۔"

ماہا نے فوراً ہاتھ پیچھے کیا۔

یہ سن کر رایان کے اندر تک خوشی اتر گئی۔

ٹھیک ہے میں اسے بلکل نہیں چھیڑوں گی"اس لڑکی نے "

مسکراتے

ہوئے ماہا کا ہاتھ دوبارہ تھام لیا۔

رایان اور فواد بہت انہماک سے ساتھ بیٹھے مہندی لگتے دیکھ رہے تھے۔

ماہا.اور فرح دونوں کے ہاتھوں پر مہندی سج چکی تھی۔ارایان کی انسٹرکشن کے مطابق ماہا

کے بازوؤں پر بھر کر لیکن نفیس مہندی لگائی گئی تھی۔

جبکہ فرح نے لائٹ سی مگر تھوڑی سٹائلش مہندی لگوائی تھی۔

اب وہ محترمہ پوز بنا کر بیٹھی تھیں اور فواد اسکی تصویر کھینچ رہا تھا کوئی نہیں کہ سکتا تھا کہ

ابھی کچھ دیر پہلے ہو کانپتے ہاتھوں سے انگوٹھی پہن رہی تھی۔

وہ مہندی والے دونوں ہاتھ چہرے کے آگے کئے بیٹھی تھی اس سے پہلے کے وہ کوئی اور

پوز بناتی۔عالیہ بیگم. آ پہنچی

بیٹا بس آٹھ جائیں شاباش !ادھر آجائیں کھانا لگ رہا ہے آ کر "

"زرا دیکھیں، آخر آپکی بیسٹ فرینڈ کی شادی ہو رہی ہے نا؟

انہوں نے ہنستے ہوئے جتایا۔"جی جی بلکل میں دیکھتی ہوں"۔

وہ خفت مٹاتی فوراً آٹھ کھڑی ہوئی فواد بھی اٹھا اور سب مہمانوں میں کھانے کا انتظام دیکھنے کے لئے بڑھ گیا۔

"آجاو ماہا بیٹا آپ اندر چل کر آرام. کرلو میں وہیں کھانا بھجوا دیتی ہوں۔"

پھر اماں سائیں آمنہ اور ثانیہ سے مخاطب ہوئیں

"بیٹا آپی کو کمرے میں لے جاو اور کھانا کھلاو بہت دیر ہو گئ۔ بچی تھک گئ ہو گی۔"

"جی ہم ابھی. لے جاتے ہیں"

آمنہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور ماہا کو اٹھنے میں مدد دینے لگی۔ رایان بھی کھڑا ہو گیا

"میری خواہش ہے تمہاری یہ مہندی کبھی پھیکی نا ہو۔"

رایان۔ نے آہستہ سے اسکے قریب ہوتے ہوئے سر گوشی کے انداز میں کہااور اسے راستہ دے دیا۔

ماہاسرخ ہوتے گالوں کے ساتھ کمرے کیطرف بڑھ گئی۔

مایوں کی تقریب ختم۔ ہو چکی تھی۔ نانو عالیہ بیگم، چچی راشدہ اور چاروں لڑکیاں سب ایک ہی کمرے میں لیٹے تھے۔ یہ ہال نما بہت بڑا کمرا تھا وال ٹو وال میرون کلر کا دبیز قالین بچھا تھا میچنگ پردے کمرے کی سجاوٹ میں چار چاند لگا رہے تھے۔

دو ڈبل بیڈ اور انکے سامنے لائن میں چار سنگل بیڈ لگے تھے۔

ماہانانو کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ رات بہت ہو چکی تھی سب لیٹتے ہی سو گئے تھے بس ماہااور نانو جاگ رہی تھیں۔

نانو اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ بہت دنوں بعد وہ یہ سکون۔ محسوس کر رہی تھی۔

نانو آپ بلکل ٹھیک کہ رہی تھیں۔"

اللہ پاک کا انصاف تو ہم. انسانوں کے انتقام. سے کہیں زیادہ ہے۔

مجھے تو یقین نہیں آرہا اتنی بری آگ لگی کہ سب ہی جل گیا میں نے ملک شاھو کی لاش

دیکھی تھی اتنی بری طرح جلی تھی کہ نظر ڈالنا مشکل ہو رہا تھا"۔

اس نے یاد آنے پر آنکھیں میچ لیں۔

ہاں بیٹا بی بی سائیں بتا رہی تھیں کہ حویلی میں آج کوئی"

جشن ہونا تھا۔

ملازمین نے سیلینڈر لا کر رکھے سیلینڈر پھٹا ساتھ ہی شارٹ سرکٹ ہونے سے بری

طرح دھماکہ ہوا، اور اللہ معاف کرے جیسی آگ لگی وہ تو ہم نے خود دیکھا ہے"۔

نانو نے جھرجھری لی پھر زرا توقف کے بعد بولیں

شکر کرو رایان بچ گیا۔ تمھیں پتہ ہے اس نے فواد کو بتایا"

کہ وہ تمہاری بات سننے کے بعد غصے میں نکل گیا تھا کہ .آج اکبر شاہ ونی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔یہ سب نفرت کا کھیل انہیں کی وجہ سے تھا۔تم اس سے دور بھی اسی لیے ہو رہی تھی۔

لیکن اسکے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اللہ پاک نے اپنا.انصاف کر دیا"۔

نانو نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

الحمداللہ !رایان کو کچھ نہیں ہوا"۔"

اس کے لہجے میں ندامت واضح تھی۔

اللہ پاک تم دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم شاد آباد رکھے۔

نانو نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے دعا دی۔

اس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

ملن کی گھڑیاں آن پہنچیں تھیں۔

ماہا بلکل تیار کھڑی تھی

سرخ لہنگا چولی جو گولڈن اور آف وائٹ نفیس کام سے بھرا ہوا تھا۔

بالوں کو خوبصورت جوڑے میں باندھ کر اس میں تازہ گلاب سجائے گئے تھے۔

سرخ دوپٹہ جسکے چوڑے بارڈر پر بھی لہنگے کیطرح نفیس کام کیا گیا تھا،نہایت سلیقے سے سر پر سیٹ کیا گیا تھا۔

ریڈ لپسٹک اسکے حسن کو چار چاند لگا رہی تھی۔.

مہندی کا رنگ بھی خوب چڑھا تھا۔

وہ غضب ڈھا رہی تھی۔جو دیکھتا نظر ہٹانا ہی بھول جاتا۔نانو بار بار اسکی نظر اتار رہی تھیں۔

فرح اسکی ڈھیر ساری تصویریں بنا رہی تھی۔

قسم .سے آج رایان بھائی کی خیر نہیں"۔"

اس نے ماہا کے کان میں سرگوشی کی۔

وہ ہنس دی

تب ہی بی بی سائیں اندر داخل ہوئیں تو اسے دیکھتی ہی رہ گئیں۔

ماشاءاللہ نظر بد دور ہماری بہو کسی حور سے کم نہیں ہے"

انہوں نے اسکی بلائیں لیں اور ساتھ لایا ہوا نیٹ کا وہ سرخ دوپٹہ جس پر گولڈن تلے سے ابھرے ہوئے حروف میں

'رایان کی دلہن' لکھا تھا، اسے اوڑھا دیا۔

واووووو

فرح کے منہ سے بوساختہ نکلا۔

دوسری طرف رایان بلیک شیر وانی میں ملبوس کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

وہ سٹیج پر بیٹھا بہت بے تابی سے اپنی دلہن کا انتظار کر رہا تھا۔

اور فواد سے کئی بار پوچھ بھی چکا تھا۔

تب ہی انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایکدم تمام لائٹس بند ہو گئیں بس ایک سپاٹ لائٹ جل رہی تھی کچھ ہی سیکنڈز بعد اس سپاٹ لائٹ کے نیچے ہلکے بیک گراونڈ میوزک کے ساتھ، وہ حسن کی دیوی نظر آئی جو اپنے تمام تر لوازمات لادے اسے گھائل کرنے کے لیے آہستہ آہستہ اسکے قریب آ رہی تھی۔ وہاں موجود ہر شخص یک ٹک بس اسے دیکھتا جاتا۔

رایان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جیسے ہی سٹیج کے قریب آئی رایان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور بیٹھتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

رایان کی دلہن آپ میں رایان کی جان ہے"۔"

وہ نظریں جھکائے مسکراتی رہی۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔

کھانے کی فوراً بعد ہی رایان نے سب سے جانے کی اجازت مانگی۔

آپ کہاں چلدیے؟فرح نے حیرت سے پوچھا۔باقی سب بھی حیران تھے۔ماہا بھی ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھنے لگی۔

بیٹا آپ کا گھر تو یہی ہے پھر کہاں جارہے ہے؟چاچو نے پوچھا۔

برف کی وادی میں۔

اس نے ماہا کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے فوراً نظریں جھکائی تھیں۔

بی بی سائیں بولیں۔

جی برفیلے پہاڑوں کے درمیان ان محترم نے اپنے ہونے والی بیوی کے لیے ایک چھوٹا سا لکڑی کا کاٹیج بنایا ہے۔ جہاں یہ اپنی بیوی کو سب سے پہلے لیجانا چاہتے ہیں۔

انکی بات سن کر سب ہی کھلکھلا دیے۔

خیر سے جاو میرے بچو"۔"

نانو نے آگے بڑھ کر دونوں کے سر پر

پیار کیا۔

وہ سب بھی اب لاہور کے لیے نکل رہے تھے۔ نانو نے اماں سائیں اور بی بی سائیں کو آنے کی دعوت دی۔

رایان سے بھی جلد آنے کا وعدہ لیا۔

آپ بے فکر ہو جائیں آپکے سامنے والا گھر ہی تو ہمارا ہے۔ ہم".

"بہت جلد آئیں گے۔

اماں سائیں نے پر جوش لہجے میں حامی بھری۔

اتنی دیر میں فواد رایان کی گاڑی لے آیا۔جو پھولوں سے سجی ہوئی تھی۔رایان نے ماہا کا

ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور اٹھ گیا۔

ماہا نے بھی اسکا ہاتھ اتنی ہی. مضبوطی سے پکڑ لیا وہ مسکرا اٹھا۔

سب نے انہیں ڈھیروں دعاوں میں رخصت کیا۔

گاڑی کے پیچھے

"Happily married "

کا پوسٹر دور سے چمکتا دکھائی دے رہا تھا۔

وہ دونوں زندگی کے ہمسفر بنے اپنی منزل کیطرف گامزن تھے۔

OWC NHN OWC NHN
OWC NHN OWC NHN
NHN
OWC NHN OWC NHN
NovelHiNovel.Com
OWC
OnlineWebChannel.Com
OWC NHN OWC NHN
OWC NHN OWC NHN
OWC NHN OWC NHN

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

"ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959

ختم شُد

اگلا ناول صرف ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل پر

NovelHiNovel.Com

OnlineWebChannel.Com

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959